



پبلشنگ عالیہ احمدیہ کے وائیٹر مرکز فائونڈیشن کا پبلیشنگ تعلیمی اور ریاضی مکتبہ

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَكْثَرُ

مکتبہ روزنامہ

## مسجد اقصیٰ ربوہ

جس کے پر شوکت مینار اور منبر و محراب  
اذان کی پُر کیف اور وجد آفریں صداؤں  
سے محروم ہیں۔ مگر اس کا ہر نمازی حکومت پاکستان  
کی تمام ترجیہ دستوں کے باوجود بفضلہ تعالیٰ اس  
یقین و اعتماد سے لبریز ہے کہ

یہ صدی غلبہ دین احمد کی ہے  
کیسے مٹتا ہے رنگِ دگر دکھینا  
جتنی تاریک ظلمت کی یہ رات ہے  
اس سے روشن ہے اس کی سحر دکھینا



ادارہ شریعت  
ایڈیٹر: نور شید احمد انور  
نائبین  
شکیل احمد طاہر — سید وسیم احمد عجب شیر







# ترہیت باطنی اور اہل حقانی کے لئے ابتلاء کا وارڈ ناظری ہے

اللہ جل شانہ جس پودے کو اپنے ہاتھ سے لگاتا ہے اُس کی شاخ تراشی اس غرض نہیں کرتا کہ اُس کی نابود کر دیوے

بلکہ اس غرض سے کرتا ہے کہ تا وہ پودا پھول اور پھل پیدا کرے اور اُس کے برگ اور بار میں برکت ہو !!

اِرْشَادِ اَعْلَیَّہٗ سَیِّدِنَا حَضْرَتِ اَقْدَسُ بِاَنِّ سَلْسِلَہٗ عَلَیْہِ اَحْمَدِیَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلَوۃُ وَ السَّلَامُ

”ابتلاء جو اوّل حال میں انبیاء اور اولیاء پر نازل ہوتا ہے اور باوجود عزیز ہونے کے ذلت کی صورت میں اُن کو ظاہر کرتا ہے اور باوجود مقبول ہونے کے کچھ مردود سا کر کے اُن کو دکھاتا ہے یہ ابتلاء اس لئے نازل نہیں ہوتا کہ اُن کو ذلیل اور خوار اور تباہ کرے یا صغیر عالم سے اُن کا نام و نشان مٹا دیوے کیونکہ یہ تو ہرگز ممکن ہی نہیں کہ خداوند عزوجل اپنے پیار کرنے والوں سے دشمنی کرنے لگے اور اپنے سچے اور وفادار عاشقوں کو ذلت کے ساتھ ہلاک کر ڈالے بلکہ حقیقت میں وہ ابتلاء کہ جو شیر بر کی طرح اور سخت تاریکی کی مانند نازل ہوتا ہے اس لئے نازل ہوتا ہے کہ تا اس برگزیدہ قوم کو قبولیت کے بلند مینار تک پہنچا دے اور الہی معارف کے باریک دقیقے اُن کو سکھائے۔ یہی سنت اللہ ہے جو قدیم سے خدا تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کے ساتھ استعمال کرتا چلا آیا ہے۔ زبور میں حضرت داؤد کی ابتلائی حالت میں عاجزانہ نعرے اس سنت کو ظاہر کرتے ہیں اور انجیل میں آزمائش کے وقت میں حضرت مسیح کی غریبانہ تصرعات اسی عادت اللہ پر دال ہیں۔ اور قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں جناب فخر الرسل کی عبودیت سے ملی ہوئی ابتہالات اسی قانون قدرت کی تصریح کرتے ہیں۔ اگر یہ ابتلاء درمیان میں نہ ہوتا تو انبیاء اور اولیاء ان مدارج عالیہ کو ہرگز نہ پاسکتے کہ جو ابتلاء کی برکت سے انہوں نے پائے۔ ابتلاء نے اُن کی کامل وفاداری اور مستقل ارادے اور جانفشانی کی عادت پر مہر لگادی۔ اور ثابت کر دکھایا کہ وہ آزمائش کے زلازل کے وقت کس اعلیٰ درجہ کا استقلال رکھتے ہیں اور کیسے سچے وفادار اور عاشق صادق ہیں کہ اُن پر آنکھیاں چلیں اور سخت سخت تاریکیاں آئیں اور بڑے بڑے زلزلے اُن پر وارد ہوئے اور وہ ذلیل کئے گئے اور جھوٹوں اور تمکاروں اور بے عزتوں میں شمار کئے گئے۔ اور کیسے اور نہ ہا چھوٹے گئے۔ یہاں تک کہ ربانی مددوں نے بھی جن کا اُن کو بڑا بھروسہ تھا کچھ مدت تک منہ چھپایا اور خدا تعالیٰ نے اپنی مہربانہ عادت کو یہ یکبارگی کچھ ایسا بدل دیا کہ جیسے کوئی سخت ناراض ہوتا ہے اور ایسا انہیں تنگی و تکلیف میں چھوڑ دیا کہ گویا وہ سخت مورد غضب ہیں۔ اور اپنے تئیں ایسا خشک سا دکھلایا کہ گویا وہ اُن پر ذرا مہربان نہیں۔ بلکہ اُن کے دشمنوں پر مہربان ہے اور اُن کے ابتلاؤں کا سلسلہ بہت طول کھینچ گیا۔ ایک ختم ہونے پر دوسرا اور دوسرے کے ختم ہونے پر تیسرا ابتلاء نازل ہوا۔ غرض جیسے بارش سخت ایک رات میں نہایت شدت و سختی سے نازل ہوتی ہے ایسا ہی آزمائشوں کی بارشیں اُن پر ہوئیں۔ پر وہ اپنے پیکر اور مضبوط ارادے سے باز نہ آئے۔ اور سخت اور شکستہ دل نہ ہوئے۔ بلکہ جتنا مصائب و شدائد کا بار اُن پر پڑتا گیا اتنا ہی انہوں نے آگے قدم بڑھایا۔ اور جس قدر وہ توڑے گئے اُن قدر وہ مضبوط ہوتے گئے۔ اور جس قدر انہیں مشکلات راہ کا خوف دلایا گیا اُن کی ہمت بلند اور جماعت ذاتی جوش میں آتی گئی۔ بالآخر وہ اُن تمام امتحانات سے اول درجہ کے پاس یافتہ ہو کر نکلے اور اپنے عاملِ عدق کی برکت سے پورے طور پر کامیاب ہو گئے۔ اور عزت اور حرمت کا تاج اُن کے سر پر رکھا گیا۔ اور تمام اعتراضات نادانوں کے ایسے جواب کی طرح معدوم ہو گئے کہ گویا وہ کچھ بھی نہیں تھے۔ غرض انبیاء و اولیاء ابتلاء سے خالی نہیں ہوتے۔ بلکہ سب بڑھ کر انہیں پر ابتلاء نازل ہوتے ہیں۔ اور انہیں کی قوت ایمانی اُن آزمائشوں کی برداشت بھی کرتی ہے۔ عوام الناس جیسے خدا تعالیٰ کو شناخت نہیں کر سکتے ویسے اُس کے خالص بندوں کی شناخت سے بھی قاصر ہیں۔ بالخصوص اُن مجہولانِ الہی کی آزمائش کے وقتوں میں تو عوام الناس بڑے بڑے دھوکوں میں پڑ جاتے ہیں۔ گویا ڈوب ہی جاتے ہیں۔ اور اننا صبر نہیں کر سکتے کہ اُن کے انجام کے منتظر رہیں۔ عوام کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ جل شانہ جس پودے کو اپنے ہاتھ سے لگاتا ہے اُس کی شاخ تراشی اس غرض سے نہیں کرتا کہ اُس کو نابود کر دیوے۔ بلکہ اس غرض سے کرتا ہے کہ تا وہ پودا پھول اور پھل پیدا کرے اور اُس کے برگ اور بار میں برکت ہو۔ پس خلاصہ کلام یہ کہ انبیاء اور اولیاء کی ترہیت باطنی اور اہل حقانی کے لئے ابتلاء کا وارڈ ناظری ہے۔ اور ابتلاء اس قوم کے لئے ایسا لازم حال ہے کہ گویا اُن ربانی سہارا میں کی ایک کڑی روحانی وردی ہے جس سے یہ شناخت

کئے جاتے ہیں۔ اور جس شخص کو اس سنت کے برعکاس کوئی کامیابی ہو وہ اسے تدریجاً سہ سے نہ کامیابی

(اشتہار نمبر یکم دسمبر ۱۹۸۵ء نمبر ۱۱۱۱) (جلد ۱ صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۲)



خطِ مکتوب

جنتِ اسلام پین پین سے برہنہ نشان سدا و بار زندہ ہیں تو ہم حین نہیں مٹیں گے

ہم تو اس آقا کے غلام ہیں جس نے کیا بیان میں یہ عجیب ماجرا دکھایا تھا کہ ہزاروں سال کے مردوں کو زندہ کر دیا تھا

آج بھی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اجماع موتی کے صدقے ہم اس مردہ سپین کو دوبار زندہ کریں گے!!

یورپین مشن کے انتہائی کامیاب اور بابرکت دور کے سہل جمع کے بعد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا بصیرت افروز خطبہ جمعہ

فرمودہ ۸ اراخاء (اکتوبر) ۱۳۶۲ھ بمقام مسجد فضل لندن ۱۹۸۵ء

سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابعیۃ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا یہ بصیرت افروز اور روح پرورد خطبہ جمعہ کیسٹ کا مدد سے احاطہ تحریر میں لا کر ادارہ قیاد اپنی ذمہ داریاں پر ہدیہ قارئین کر رہا ہے۔ (ایڈیٹر)

تشہد و تہود اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا :-

یورپ کا یہ سفر جو ابھی ہم نے اختیار کیا تقریباً ایک مہینے اور چار دن کا سفر تھا۔ اور یہ تمام عرصہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بہت ہی مصروفیات میں گزرا۔ یہ سفر مصروف بھی بہت سا۔ اور کئی لحاظ سے خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کے احسان کے ساتھ مفید بھی بہت ثابت ہوا۔ اس سفر کے دوران خدا تعالیٰ کے فضل اور احسان کے نتیجے میں

## پانچ نئے مراکز

کے افتتاح کی توفیق ملی جن میں سے آخری مرکز جس کا افتتاح کیا گیا وہ فرانس کا تھا۔ اس سے پہلے تو یہی ارادہ تھا کہ فرانس میں انگلستان کی جماعت کو خصوصیت سے شمولیت کی عام دعوت دی جائے۔ اور اس کے لئے دعوت اغلباً دی بھی گئی اور تیاریاں بھی بہت ہو چکی تھیں۔ لیکن ہم سپین میں ہی تھے تو معلوم ہوا کہ وہاں ابھی تیاری مکمل نہیں۔ اور جس جگہ مشن کھولا جا رہا ہے وہاں کے ڈپٹی میسرکار ویب بھی معاذ اللہ ہے۔ اور اس مشن کو وہ آسانی سے قبول نہیں کر رہے۔ اس لئے ان حالات میں بہتر ہے کہ قریب یا تو نہ کی جائے یا مختصر کی جائے۔ چنانچہ نہ کرنے کا تو کوئی سوال نہیں تھا۔ اس لئے میں نے کہا کہ فرانس کی جماعت کے جو دوست ہوں گے ان کے ساتھ مل بیٹھ کے ہم دعا کے ذریعے افتتاح کر دیں گے۔ اور رفتہ رفتہ جب ان لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ہم کیسے ہیں؟ کیسا اخلاق رکھتے ہیں؟ تو ان کے دل جیتنے کے بعد پھر آہستہ آہستہ کیفیت بدل جائے گی۔

امر واقعہ یہ ہے کہ فرانس کے ساتھ احمدیت کا جو پہلا رابطہ ہوا ہے وہ بھی کوئی ایسا خوش کن نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوا۔ یہ سلسلہ کی بات ہے جب حضرت مصلح موعودؑ نے یورپ میں جنگ کے بعد نئے مشن ڈوسٹر، نئی مساجد کی تعمیر کا پروگرام بنایا اور اسی سال سے نافذ العمل کرنا شروع کر دیا۔ اور اس میں فرانس بھی تھا۔ اور سلسلہ میں اگرچہ کرائے کا مکان تھا، باقاعدہ کوئی عمارت تو نہیں خریدی جاسکی اور مسجد کی زمین بھی نہیں ملی گئی۔ لیکن سپین کی طرح یہاں بھی مبلغ بھرا دیئے گئے تھے جو تقریباً پانچ سال پیرس میں ٹھہرے ہیں۔ اور ان کا پودوں سے بھی تاثر کیا گیا۔ حضرت مصلح موعودؑ نے بعض دفعہ خطبوں میں بھی ذکر فرمایا کہ

فرانس کی زمین سردست اسلام کیلئے سنگلاخ معلوم ہوتی ہے

اور ان قوم کے رویے میں تکبر پایا جاتا ہے۔ اور پیرس خصوصیت کے ساتھ چونکہ ساری دنیا کی عیاشی کا مرکز ہے اس لئے وہاں مادہ پرستی اور دنیا سے محبت کا جو رنگ ہے وہ یورپ کے دوسرے شہروں میں نہیں ملتا۔ تو پانچ سال کے تجربے کے بعد وہ مشن بند کر دیا گیا۔

اس دفعہ بھی ہمارا تجربہ یہی رہا کہ فرانس میں خصوصیت کے ساتھ پیرس، کیونکہ جب میں فرانس کہتا ہوں تو فرانس تو ایک وسیع ملک ہے۔ اور اس کے مختلف خطوں کے لوگ مختلف مزاج رکھتے ہیں۔ اس لئے میں سارے فرانس کے متعلق کوئی فتویٰ نہیں دیتا چاہتا۔ لیکن پیرس خصوصیت کے ساتھ ایک ایسی جگہ ہے جہاں ابھی بھی وہی دنیا پرستی کا رنگ غیر معمولی طور پر غالب ہے۔ اور اہل فرانس کے مزاج کو اگر پیرس کے پیمانے سے پایا جائے تو آج بھی یہی فیصلہ ہوگا کہ نہایت متکبر ہیں۔ اور دنیا پرست ہیں۔ لیکن میرے نزدیک یہ پیمانہ درست نہیں۔ نہ لندن سے انگریز کا مزاج پہچانا جاسکتا ہے نہ پیرس سے اہل فرانس کا مزاج پہچانا جاسکتا ہے۔ ساؤتھ آف فرانس (SOUTH OF FRANCE) میں جہاں جہاں سے ہم گزرے ہیں وہاں بالکل اور قسم کے لوگ، ہم نے دیکھے، بڑے خلیق اور بہان نواز اور ہنس مکھ۔ باہر سے آتے والوں کا کھلے بازوؤں سے استقبال کرنے والے۔ رنگ بالکل مختلف تھے ان کے۔ لیکن پیرس میں بالکل ایک اور رنگ نظر آیا۔

بہر حال اس مشن کا افتتاح ہوا۔ دعاؤں کے ساتھ اور پرمیوز دعاؤں کے ساتھ اور جماعت فرانس کی کافی تعداد وہاں خدا کے فضل سے موجود تھی۔ اور

## جماعت فرانس کو ایک مرکز مل گیا ہے

اور امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہاں سے دن بدن احمدیت کا نور زیادہ شان کے ساتھ زیادہ وسعت کے ساتھ اور جہاں تک دلوں کا تعلق ہے زیادہ گہرائی کے ساتھ ہر طرف منتشر ہونے لگے گا۔

فرانس کا کچھ اتنا قصور بھی نہیں۔ کیونکہ فرانس تعارف کے لحاظ سے ابھی بہت پیچھے ہے۔ عجیب اتفاق ہوا کہ فرانس اور فرانس کی جو کالونیز (COLONIES) تھیں ان سب جگہ میں احمدیت کا تعارف بہت دیر میں شروع ہوا۔ افریقہ میں بھی جہاں جہاں فرانس کی حکومت تھی، فرانس کا رُخ تھا وہاں جماعتی تعارف بہت لیت (LATE) شروع ہوا ہے۔ تو ان سب چیزوں کا اثر پڑتا ہے۔ ان کو پوری طرح علم نہیں کہ جماعت احمدیہ ہے کیا؟ ان کو ہماری عالمی حیثیت کا ہی پتہ کچھ نہیں ہے۔ اس لئے وقت لگے گا۔ لیکن بہر حال مجھے تو اس تجربے سے جو اہل فرانس کی آواز آئی ہے وہ یہ ہے کہ

بہر اہوں میں تو چاہیے دونا ہوا التفات  
سنتا نہیں ہوں بات مکرر کہے بنیاد



## ایکسٹنشن کی لہر ورجینیا تھی

اور لوگ باتیں کرتے تھے۔ میرے کہتے تھے علاقے والوں کو کہ ہمارے علاقے میں مسجد بنائی گئی۔ اس قوم کا بالکل برعکس رجحان ہے فرانس کے مقابل پر۔ اور اخباری نمائندے بھی سوال کرتے تھے۔ بتاؤ کس علاقے کو تم نے چنا ہے؟ چنانچہ وہاں متعدد جگہ پر زمینیں دیکھی گئیں۔ اور ایک جگہ پر جو پسند آئی ہیں ان کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے۔ دونوں بہت ہی آباد سرگرمیوں پر واقع ہیں۔ وسیع کشادہ سرزمینیں جو بڑے بڑے شہروں کو ملائی ہیں۔ اور دونوں شریک پرست بالکل امنی قریب ہیں کہ مسجد بڑی نمایاں طور پر وہاں گزرتے والوں کو نظر آئے گی۔ اور ایک رقبہ تو خدا کے فضل سے بارہ ایکڑ سے بھی زائد ہے اور کوئے کا پلاٹ ہے جس کے ایک طرف میں ردو سرگرمی جاتی ہے۔ ایک طرف چھوٹی سرگرمی جاتی ہے۔ وہاں جب ہم گئے تو وہاں بھی ایک ہنگامہ ہو گیا۔ لوگ اکٹھے ہونے شروع ہو گئے۔ لڑکچڑکائی ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ میرے محمود احمد صاحب جو ساتھ تھے انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس تو اب ختم ہو گیا ہے لیکن مطالبہ جاری تھا۔ تو ایک شوق ایک طلب عموماً سپین میں پائی جاتی ہے۔ جس کا اس زمین کی خرید کے موقع پر بھی مشاہدہ کیا۔

## سپین کا دورہ

کئی لحاظ سے خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت کامیاب بھی رہا۔ اور کئی لحاظ سے نہایت دل پر غم کے اثرات چھوڑنے والا تھا۔ اور بہت ہی مشکل تجربہ تھا سپین میں رہنا کیونکہ میں نے تبیا کہ سپین کے خطے میں بھی ذکر کیا ہے کثرت سے ایسے گرجے وہاں پائے جاتے ہیں جو کسی زمانے میں مسجد بنوا کرتی تھیں۔ اور کوئی خدا کا نام لینے والا اب ان میں باقی نہیں۔ ان کثرت سے ہیں کہ بعض شہروں میں جب آپ کو چاہے کہ کوئی مسجد یہاں پرانی ہے کہ نہیں، تو انہوں نے کہا جس گرجے میں جادوہ مسجد تھی اور جب ہمارے مشنری نے جاکے دیکھا تو پتہ لگا کہ واقعی وہ صحیح کہہ رہے تھے۔ جس گرجے میں وہ گئے وہاں پرانی مسجد کے آثار ملتے تھے۔ ابھی تک جس جگہ تھوڑے تھوڑے جادوہ مسجد تھے۔ بعض جگہ یہ تختیاں لگی ہوئی تھیں کہ فلاں بزرگ آئے تھے، فلاں بادشاہ یہاں آئے تھے۔ تو خوش کن تو اس لحاظ سے ہے کہ اب سپین احمدیت کا بیشتر ہی خدا کے فضل سے کھلے بازوؤں سے استقبال کرتے ہیں۔ لیکن دوسری جو فضا ہے وہ اس طرح یادوں پر اثر ڈالتی ہے کہ گھر سے غم کے سائے میں انسان چلا جاتا ہے۔ اور ایسا غم نہیں جو مایوس کن ہو۔ ایسا غم ہے جو زیادہ دلچسپ کرتا ہے۔

## زخموں کو زندہ کرنے والا غم

ہے۔ پچھڑتا ہے ان زخموں کو جن کے نتیجے میں پھر ارادے کھٹکتے ہیں۔ لیکن ان اثرات کے جو نتائج ہیں ان کے متعلق میں پھر آخر پر بات کر دوں گا۔ اور وقت تو یہ بتاتا ہوں کہ وہاں دو جگہ ہماری بڑی تقریبات تھیں۔ ایک تو پیرڈو آباد کے اندر اس سارے علاقے کے لئے۔ اور ایک غرناطہ میں۔ میڈرڈ میں ابی دفعہ نہیں پاسکے۔ اگرچہ وہاں بھی مشن موجود ہے لیکن سفر کے دوران وہ ایک رستہ پر رہتا تھا۔ اور وقت کا کئی تھی ہمارے لئے لازماً ہونا پڑا۔

میڈرڈ کو اپنے پروگراموں سے۔ پیرڈو آباد میں جو تقریب ہوئی ہے اس میں خدا تعالیٰ کے فضل سے مقامی باشندوں کی اتنی حاضری تھی کہ میرا اثر بھی یہی تھا اور میرا صاحب کا بھی یہی اثر تھا کہ نقاشی تقریب پر جو باہر سے آئے وہاں احمدی جہان تھے اگر ان کو نکال دیا جائے تو سپین میں باشرہ دن کا شمولیت اس میں اس سے زیادہ تھی۔ دو ہزار کرسیوں کا انتظام تھا جہاں سے ایک سو سو تک بہت تیز رفتاری سے آئے تھے وہاں، وہ خالی رہیں۔ باقی انیس سو کرسیاں بھر گئیں۔ اور پیرڈو آباد میں بھی اس طرح کی ایک بھر سے ہوئے تھے اور ان کے علاوہ بھی پھرنے والے ہوئے تھے۔ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے

کہ میں بہرہ یوں تو کچھ چھوڑ تو نہیں دوں گے؟ ذرا اور اپنی آواز میں اور بار بار مجھے آواز پہنچاؤ۔ چنانچہ میں نے وہاں افتتاح کے وقت اپنے اس رد عمل کا اظہار یوں کیا کہ جہاں تک

## جماعت احمدیہ کا رد عمل

ہے وہ تو یہ ہے کہ اب ایک نہیں، فرانس میں دو مرکز بنائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ فوری طور پر۔ اور یہ تو ایک مکان لیا گیا ہے بڑا اچھا وسیع مکان ہے۔ بہت کشادہ کمرے ہیں۔ اور جماعت کی آمد ضروریات کے لئے کچھ عرصے تک انشاء اللہ بہت حد تک کفیل رہے گا۔ لیکن اب خیال یہ ہے کہ یا پیرس کے گرد و نواح میں یا جنوبی فرانس میں جہاں لوگوں کے اخلاق بہتر معلوم ہوئے ہیں، وہاں ایک وسیع خطہ زمین لے کر وہاں نہایت خوبصورت عظیم الشان مسجد بنائی جائے۔ اور مسجد کے ساتھ پھر مشن ہاؤس بھی قائم کیا جائے۔ تو ہم تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ لوگ نہیں ہیں جن کے ضمیر میں مایوسی پائی جاتی ہو۔ یا شکست کھائی گئی ہو۔ ہم تو انشاء اللہ تعالیٰ اہل فرانس کو بہر حال فتح کریں گے۔ اور ان کے دل جیتیں گے۔ کیونکہ فرانس کو ایک عالمی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے اثرات دنیا میں اور بھی بہت سے ملکوں اور قوموں پر پڑتے ہیں۔ اگر فرانس میں احمدیت کا مشن مضبوط ہو جائے تو کثرت کے ساتھ دنیا میں فرانسیسی ہونے والے علاقے میں جہاں خدا تعالیٰ کے فضل سے نفوذ کی راہیں نکل آئیں گی۔ اس لئے غیر معمولی اہمیت کا علاقہ ہے۔ اسے ہم چھوڑیں گے، بہر حال نہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس زمانے میں

## غیر معمولی مالی مشکلات اور بعض دوسری قیمتیں

درپیش نہ ہوتیں تو حضرت مصلح موعود بھی اس مشن کو بند نہ کرتے۔ مگر باہر سے ڈیمانڈ (DIMAND) دوسرے مالک سے طلب شروع ہو چکی تھی۔ اور واقفین بھی چھوڑے تھے۔ اور اس زمانے میں جماعت کی مالی حالت بھی ایسی نہیں تھی کہ ہر قسم کے پھیلنے پر۔ اس لئے وہ لازماً حضرت مصلح موعود کے مزاج کو بھی سمجھتا ہوں، ہمیں ہونے لگا کہ آپ نے مایوسی کی حالت میں مشن بند کیا ہو۔ جتنی طور پر اس ارادے کے ساتھ نہ کیا ہو کہ بعد میں جب بھی خدا تعالیٰ نے ہم انشاء اللہ دوبارہ بڑی زور کے ساتھ اس کام کو شروع کریں گے۔ تو اس کام کو دوبارہ شروع کرنے کا خدا کے فضل سے اس دور سے میں آغاز ہو چکا ہے۔ باقی اجاب جماعت دہلی میں کریں تو انشاء اللہ دلوں کو بدلنے والا ہے۔ اور فرانس کی سرزمین کو جو طلب پیدا ہو چکی ہے عموماً اسلام کی اس کے دوسرے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہم دوبارہ اب پورے زور کے ساتھ یہاں کوشش کریں۔ اور دعا کی بدولت انشاء اللہ تعالیٰ ہم کامیاب ہوں گے۔ اس سفر میں پانچ تو مرکز کا افتتاح کرنے کی توفیق ملی۔ اور

## چار جگہ نئی زمینیں دیکھی گئیں

جہاں سودا ہو رہا ہے۔ اور امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہاں بھی اس سال کے اندر یا اس سال کے آخر تک زمینیں خرید لیں گے۔ اور ہو سکتا ہے کہ آئندہ سال میں وہاں باقاعدہ مشنوں کی تعمیر کا کام بھی شروع کر دیں۔

ایک جزئی کے شمال میں ہمارا مشن بہت چھوٹا ہو چکا تھا وہاں خدا کے فضل سے ایک بہت ہی اعلیٰ وسیع ٹکڑا زمین کا مل رہا ہے جس علاقے کے میسر سے وہ بھی کیا ہے۔ میں ملانے میں شال کروں گا کہ مسجد آپ بنا سکتے ہیں۔ دوسرے تعمیر کی بھی وہاں بڑی وسیع گنجائش موجود ہے یعنی ایسا علاقہ ہے جہاں جزئی میں پہلے سے ہی تعمیر کی اجازت ہے۔ اور بڑی زمینیں زمینیں کا حاصل کرنا جہاں تعمیر کے بہت ہی مشکل کام ہے۔ اور اگر آپ اس کے بغیر اجازت کے زمین لیں تو ساہاراں کی کوششوں کے بعد بھی بعض دفعہ وہ دشواریاں رہ جاتی ہیں۔ دوسرے جزئی میں بھی نئے نئے مقام پر وہاں کچھ ہم نے زمینیں دیکھی ہیں۔ مگر کوئی مناسب حال جگہ ملی نہیں ابھی تک۔ وہاں بھی انشاء اللہ تعالیٰ ایک مسجد اور ایک مشن بنا دے گا۔ سپین میں غرناطہ کے مقام پر بہت کثرت کے ساتھ وہاں طلب ہے۔ اس قدر

پادشاہ تیرے چہروں سے رکت ڈھوڑیل گے

SK. GHULAM HADI & BROTHERS  
(READY MADE GARMENTS DEALERS)

CHANDAN BAZAR, P.O. BHADRAK, Dist. BALASORE (ORISSA) PHONE No. 122-253

پیشکش



## دو ہزار سے زائد سپینش مہمان

تیس ہوسٹس تھیں۔ اور تقریباً اسی دفعہ کچھ مختلف رنگ کی تھی۔ اس تقریب میں عوام انٹائی کے ساتھ اس کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ اور یہ صرف مقامی جلسہ نہیں تھا بلکہ سپین کے خواص کی نمائندگی بھی کوشش کرتے ہوئے مقابل پر زیادہ تھی۔

چنانچہ AMERICAN COUNCIL اور ان کے ساتھی اور AUSTIAN COUNCIL اور سپینش گورنمنٹ کے نمائندہ اور بھی اس قسم کے معززین اور دانشور اور پریس کے نمائندے ان کے چوٹی کے جو اخبارات میں ان کے نمائندے، ریڈیو، ٹیلی ویژن کے نمائندے یہ سارے موجود تھے۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو سپین والوں نے حسن سلوک کیا ہے پہلے آج بھی اسی طرح جاری ہے۔ اور باوجود اس کے کہ وہ خوب اچھی طرح جان چکے ہیں، بار بار یہ اخبارات اس بات پر ہمیشہ چکے ہیں کہ جماعتِ احمدیہ کو پاکستان میں غیر مسلم سمجھا جا رہا ہے اور کثرت سے یہ سیکشنہ بریابا ہے بعض حکومتوں کی طرف سے کہ احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھو، ان سے کوئی تعلق نہ رکھو، ہم بتاتے ہیں تمہیں کہ ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اس کوشش کے باوجود خدا تعالیٰ کے فضل سے امتیاز یعنی حقیقی اسلام کی طرف ان رجحان پہلے سے بھی بڑھ کر ہے خدا کے فضل سے۔

دوسرا ایک تقریب میں نمایاں جو فرق تھا وہ یہ تھا کہ بجائے اس کے کہ ایک لمبی تقریر کی جاتی ہے، نہایت مختصر الفاظ میں نے ان کو دعوت دی، خوش آمدید کہا۔ اور ان کو موقع دیا کہ وہ جس قسم کے سوال اسلام پر یا اپنے مسائل پر کرنا چاہتے ہیں کریں۔ چنانچہ اس پہلو سے

### یہ تقریب خدا کے فضل سے بہت ہی پر لطف اور بھرپور رہی

کثرت سے دوستوں کی طرف سے پھر سوال شروع ہوئے کہ آخر یہ پھر مجھے خود ہی روکنا پڑا۔ کیونکہ میں نے ان کو چاہئے سے واضح بھی کر دیا تھا۔ بعض ایسے معزز جہاں تھے جو عین وقت کو مدنظر رکھ کر آئے تھے۔ اور انہوں نے اپنی دوسری تقریبات میں بھی حصہ لینا تھا جا کر۔

پھر مابقی اگرچہ وقت زیادہ بھی ہو گیا تھا۔ لیکن یہ سارے لوگ ٹھہرے رہے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی نہیں گیا۔ بعضوں نے چلنے میں غولیت سے معذرت کی آخر یہ چند ایک نے۔ کیونکہ ان کو پہلے ہی بہت دیر ہو چکی تھی مگر تقریب کے دوران خدا کے فضل سے تمام احباب مرد، عورتیں، بچے پوری طرح توجہ کے ساتھ بیٹھے رہے۔ اور بعض مواقع پر بڑی نمایاں انہوں نے RES-PAUSE دی ہے۔ یعنی ان کا طریق ہے تاہاں بولنے کا، تو تاہاں بجا کر بھی اور پھر کھڑے ہو کر تاہاں بجا کر بڑے جوش کے اظہار کے ساتھ انہوں نے اپنی محبت کا اپنے رنگ میں اظہار کیا۔

وہاں اخبارات کی نمائندگی کے علاوہ ریڈیو، مختلف قسم کے ریڈیو سٹیشن ہیں جن کی طرف سے بار بار ٹیلی ویژن پر تیر صاحب کو بلایا جاتا تھا کہ رنگ کو منٹری (RUNNING COMMENTRY) کرو۔ یہیں بتا دیا ہو رہا ہے۔ اور کیوں آئے ہیں؟ کون آئے ہیں؟ کیا مقصد ہے؟ اور کہتے تھے کہ جو تم ختم ہو باتیں کر رہے ہو یہ براہ راست نشر ہو رہی ہیں۔ چنانچہ متعدد مرتبہ پانچ یا چھ مرتبہ اسی دوران میں تیر صاحب کو بار بار توجہ دینی پڑی۔ اور کئی ریڈیو سٹیشن ہیں ان کا لائیو انٹرویو (LIVE INTERVIEW) نشر کیا۔ اور ریڈیو، ٹیلی ویژن جو ہم سے خبریں لے کر گئے تھے یہ تو بعد میں نشر کرتے تھے انہوں نے بہرحال لائیو پروگرام یہاں سے ممکن نہیں تھا۔

اخبارات کی RESPONSE بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت اچھی، کیونکہ جو شائع ہوئی ہے وہ تیر صاحب نے دکھایا تھا جو اخبار وہ خدا کے فضل سے بہت ہی اچھا COVERAGE تھا۔ لیکن وہ بہت سارے تھے کہ بعد میں ہم اکٹھا کر کے انشاء اللہ تراجم کر کے بھیجیں گے۔

غورِ ملاحظہ فرمائیے جو تقریب تھی یہ عوامی دعوت کی تقریب نہیں تھی۔ کیونکہ ان کو تاکید کی گئی تھی کہ ہوٹل میں یہاں کے دانشورین کو بلایا جائے اور یونیورسٹیوں کے نمائندہ اور شاعر اور آرٹسٹ اور طلباء ہر قسم کے اور دیگر دانشور جو کہنا تھے میں زیادہ تر ان لوگوں کو بلایا جائے تاکہ ان کو اسلام کے متعلق سوال جواب کا موقع ملے۔ چنانچہ خدا کے فضل سے یہ تقریب بھی بھرپور رہی۔ اور

اس میں تو اتنی دیر لگ گئی کہ جو چاہئے کا وقت تھا وہ گزر کر کھانے کے وقت میں تبدیل ہو گیا۔ اور پھر بھی ابھی سوال باقی تھے۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ اب ہم مجبور ہیں۔ بعض دوست بیچاروں کو جانا ہو گا۔ اس لئے چاہئے پر چلتے ہیں

چنانچہ چاہئے اور کافی کے بعد کیونکہ بعض دوستوں کو طلب تھی اس لئے میں نے ان سے دوبارہ کہا دیا کہ اگر کوئی دوست مٹھنا چاہتے ہیں، کسی کے سوال رہ گئے ہیں تو بے شک آجائیں دوبارہ چنانچہ بہت سے دانشور ان میں تشریف لے آئے اور

### انہوں نے ایک مشکوہ کیا

کہ آپ نے بیچ میں اخباری نمائندوں کو اور ریڈیو کے نمائندوں کو کیوں بلایا۔ ان کی وجہ سے ہماری مجلس جرم نہیں تھی جس طرح ہم چاہتے تھے۔ کیونکہ ان کو اپنے کاموں کی جلدی ہوتی ہے، ان کے سوال اور قسم کے ہوتے ہیں۔ ہم تو بڑی سنجیدگی سے آپ سے مختلف گہرے مضامین پر سوال کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایک ان میں شاعر بھی تھے جن کے متعلق ایک دوسرے سپینش شاعر وہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے، انہوں نے بتایا کہ اس وقت یہ سپین کے بہترین شاعر ہیں۔ سارے سپین میں صرف انڈلس کے نہیں بلکہ چوٹی کا کلام کہنے والے اور بہت ہی گہرا اثر رکھنے والے تمام بڑی تقریبات میں ان کو خصوصیت سے دعوت دی جاتی ہے، وہ بھی اور بعض دوسرے دانشور اور طالب علم یونیورسٹیوں کے، یہ وہاں بیٹھ گئے۔ اور یہ مجلس بھی رات تقریباً ساڑھے گیارہ بجے تک یا بارہ بجے کے قریب تک چلتی رہی۔ صبح دوسرے دن چونکہ ہم نے جانا بھی تھا۔ اور جو دوست بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے خود بھی کھانا کھانا تھا۔ اس لئے آخر پر پھر ان سے اجازت لینا پڑی۔ لیکن ان کے سوالات سے اندازہ ہوا کہ اس وقت

### باقی یورپ کی طرح سپین میں بھی دہریت عام ہو رہی ہے

اور مذہب کا جو پہلے خیال تھا، کھوکھلا سا ایک تصور تھا، اب وہ تصور بھی ٹوٹ رہا ہے۔ چنانچہ جب ایک موقع پر پیئرو آباد میں مجھ سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ کے نزدیک رومن کیتھولسزم (CATHOLICISM) اور اسلام میں سے دونوں میں سے کون جیتے گا؟ کس کا مستقبل ہے؟ تو میں نے ان کو جواب یہ دیا کہ رومن کیتھولسزم کا جہاں تک تعلق ہے وہ تو مر چکا ہے کیونکہ اگر رومن کیتھولسزم کا میاب ہوا ہوتا تو تمہاری قوم دہریہ نہ ہو رہی ہوتی۔ اگر رومن کیتھولسزم کا میاب ہوا ہوتا تو اسی عام بغاوت تمہارے معاشرے کے خلاف، تمہاری خلافتی کے خلاف نظر نہ آتی جو اس وقت نظر آرہی ہے۔ تو رومن کیتھولسزم کا تو مقابلے کا سوال نہیں۔ کیونکہ وہ تو تجربے سے ثابت ہو گیا ہے کہ ناکام ہو چکا ہے۔ اور جہاں تک اسلام کا تعلق ہے وہ ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ کیوں کا میاب ہو گا خدا کے فضل سے؟

یہ عمومی تاثر تھا جو پیئرو آباد میں بھی مجھ پر پڑا۔ لیکن غرناطہ میں جا کے چونکہ دانشور لوگ آئے ہوئے تھے، وہاں یہ محسوس ہوا کہ یہ تو بہت ہی گہرا نہر ہے جو پھیل چکا ہے معاشرے میں۔ اشتراکیت ہی نہیں، اشتراکیت کے سوا بھی خدا کے خلاف، بغاوت، مذہب کے خلاف بغاوت اور ان

### سب قدر دل کو پیچھے چھوڑ کر کسی نئی چیز کی تلاش

اور یہ وہ چیز ہے جو احمدیت کے سوا کوئی ان کو دے نہیں سکتا۔ ناممکن ہے۔ کسی کے پاس ہے ہی نہیں۔ اور جس قسم کے سوال وہ کرتے ہیں جو ارتھوڈوکس (ORTHODOX) اسلام کہلاتا ہے آج کل۔ اور ارتھوڈوکس تو اصل میں ہم ہیں۔ کیونکہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی سے اسلام شروع ہوا۔ اور سب سے ارتھوڈوکس وہ زمانہ کہلاتا چاہیے۔ لیکن موجودہ اصطلاح میں جب ارتھوڈوکس کہا جاتا ہے تو میڈیویل (MEDIEVAL) اسلام مراد ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام مراد نہیں۔ بیچ کی صدیوں میں جہاں اسلام میں تشدد پیدا ہوا، یا اسلام میں بعض بدستوں سے جاہلانہ خیالات بھی آ گئے، لیکن کم علم لوگوں نے اسلامی علوم

# میری اہمیت میں ناکامی کا خمیہ نہیں

(ارشاد حضرت باقی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام)

NO. 75 FARAH COMMERCIAL COMPLEX  
J.C. ROAD, BANGALORE - 560002.  
PHONE NO. 228666.

محتاج دیوا۔ اقبال احمدی پبلیشر ہاؤس، این روڈ لائسنسڈ ہے۔ این اشریف السنہ



پر قبضہ کرنے کی کوشش کی اس زمانے کو میڈیٹول اسلام سمجھا جاتا ہے۔ اور اسی کا نام آج کل لاڈل اسلام ہے۔ تو اور یہ تو کس اسلام کے پاس جس کے سارے نمائندے آپ بھی جانتے ہیں کس قسم کے علماء ہیں؟ ان کے پاس تو ان سوالات کا کوئی جواب نہیں۔ ان کو خود سوالوں کا ہی علم نہیں۔ ان کی جو بیچ بے سوچ کی وہ بالکل مختلف سمجھتی جا رہی ہے۔ ایک دانشور کو قرآن اور حدیث سے مطمئن کرنا یہ وہ معجزہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ ہے۔ اور بڑے سے بڑے عالم اور بڑے سے بڑے فلسفی کے سامنے بھی ایک احمدی نہ صرف یہ کہ عاجز نہیں آسکتا بلکہ یوں محسوس کرتا ہے اپنی برتری کو جیسے وہ بلند منزل سے نیچے کسی چیز کو دیکھ رہا ہو۔

### اتنا یقین، اتنی قوت ہے احمدیت کے علم کلام میں

کہ اس کو جب آپ بیان کرتے ہیں تو دلوں میں داخل ہوتا ہوا نظر آتا ہوتا ہے۔ اور کبھی بھی ایسا نہیں ہوا الا ماشاء اللہ کوئی اتفاق سے کوئی ہزار میں سے ایک کبھی مندی نکل آئے تو اور بات ہے۔ ورنہ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ شدت سے سوال کرنے والا پوری شدت اور غصے اور جذبے سے سوال کرے اور پھر پوری شدت اور جذبے کے ساتھ تائید نہ کرے۔ بلکہ میں۔ سر بلا ہلا کر بھی اور خوشی کے ویسے اظہار سے، ہر رنگ میں ان کی کیفیت بدل جاتی ہے۔ ان کی آنکھوں میں محبت پیدا ہو جاتی ہے، اسلامی تصورات کے لئے۔

چنانچہ غرناطہ میں بھی یہی نظر آیا۔ لیکن اس میں ابھی کام بہت ہے۔ اتنا وسیع کام کرنے والا ہے کہ جس کی وجہ سے طبیعت کے اوپر بہت ہی افسردگی کہنا چاہیے یا احساس غم دکھ کا کہ کس طرح کریں گے؟ اور کتنی جلدی ہونا چاہیے؟ اور ہم کیا کر سکتے ہیں؟ اپنی بے بضاعتی کی طرف توجہ اور کام کی شدت اور اس کی وسعت اور زمانے کی رفتار اور پھر اپنے پاس جو کچھ ہے کس قسم کے ہیں آدمی چاہیں؟ کس قسم کا رابطہ وسیع کرنے کی ضرورت ہے؟ بے شمار ایسے موازنے تھے جو ذہن میں ابھرتے تھے اور طبیعت کو شدید طور پر بے چین کر دیتے تھے۔

چنانچہ میں نے وہاں غور کیا تو اب یہ نتیجہ نکلا ہے کہ واقفین غرضی جس طرح جا کر وہاں کام کرتے ہیں اس وقت ایسے کام کی ضرورت نہیں ہے۔ محض آپ اشتہار تقسیم کر دیں علاقے میں پھر کے اور اس کے بعد پھر دوسرا واقعہ زندگی کسی اور جگہ جائے اور پھر وہ کچھ لوگوں میں اشتہار تقسیم کر جائے۔ اس کو تو ضرور لطف آتا ہے اور ایک دفعہ پیغام بھی پہنچ جاتا ہے۔ لیکن اس کے نتیجے میں

### اہل سپین سے گہرا رابطہ

قائم ہو جائے یہ بات درست نہیں ہے۔ جہاں تک وسیع پیمانے پر پبلشنگ کا تعلق ہے وہ تو خدا کے فضل سے پہلے ہی ہیں وہاں مل رہی ہے، ریڈیو کے ذریعے، ٹیلی ویژن کے ذریعے، اخبارات کے ذریعے۔ میر صاحب اس معاملے میں بڑے ماہر ہیں اور بڑا وسیع رابطہ انہوں نے رکھا ہوا ہے۔ ان کے آنے سے پہلے بھی ہمارے مولوی کم الہی صاحب مقرر تھے ایسے نامساعد حالات میں جب کہ کچھ بھی ان کے پاس نہیں تھا انہوں نے بھی یہ رابطہ بڑا عمدہ سے قائم کیا اور اس کے بڑے نیک اثرات تھے جو ہم نے محسوس کئے افتتاح کے وقت۔ تو دونوں مبلغ اس فن کے ماہر ہیں۔ اور اسلام کی یہ آواز مختلف ذرائع سے وسیع پیمانے پر اس قوم تک پہنچ رہی ہے۔ لیکن اس سے تبدیلی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس سے صرف ہماری موجودگی کا احساس پیدا ہو سکتا ہے۔ اس وقت ضرورت ہے کہ اس رنگ میں وہاں کام کیا جائے اور مبلغین کو بھی میں نے سمجھا یا ہے کہ دانشوروں سے رابطہ اور اپنے احمدی دوستوں کے ذریعے مجلس کا انعقاد جہاں متفق جائے اور سوال جواب کی مجلس لگائے۔ اور ذاتی رابطہ ہو جو کھویا نہ جائے۔ بار بار ان سے ملاقاتیں ہوں۔ بار بار ان کو سمجھا یا جائے۔ اس طرح

### محنت کے ساتھ ایک ایک بیج بونے کی ضرورت ہے

یہ نہیں کہ گزرتے ہوئے ہواؤں میں آپ چٹا دے دیں اور پھر بھول جائیں کہ اس بیج کا کیا بنا؟

وہ زمین میں داخل ہی ہوا کہ نہیں؟ اور ہوا بھی تھا اور زمین بھی آئیں تو اس روئیدگی کو پیدا کرنا اس کی آبیاری کس نے کی؟ جانف تو نہیں پرستے؟ اگر آبیاری کسی نے کی بھی تھی بے شمار ایسے مسائل ہیں جو بنیادی مسائل ہیں۔ لیکن روحانی دنیا پر بھی اطلاق پاتے ہیں۔ اس لئے اب تو ضرورت ہے کہ ایک ایک درخت کاشت ہو اور اس کی حفاظت کی جائے مسلسل اس سے رابطہ رہے۔ اور اس وجہ سے مجھے اب دفع عارضی کے پروگرام کو بدلنا پڑے گا۔ اب تو ہمیں ایسے واقفین کی ضرورت ہے جو جا کے کسی ایک جگہ ٹھہر کے ذاتی دوستیاں بنائیں۔ اور پھر وہاں ٹھہر رہیں۔ اور تعلقات بنائیں۔ ان کو اپنے پاس آنے کی دعوت دیں۔ ذہانت کے ساتھ مطالعہ کریں کہ کون سے لوگ ہیں جن میں اس قدر سنجیدگی باقی جاتی ہے کہ وہ مذہب کا مطالعہ کریں۔ ایکسٹریٹ (EXTRACT) کریں ان کے خیالات کو۔ اور روایت کا پیغام دیں۔ ان کے لئے دعائیں کریں۔ اور ان کے اندر روحانی طلب پیدا کریں۔

### ان کو بتائیں کہ ہمارا ایک خدا ہے

یہی آج اس قوم کی آواز ہے کہ اگر خدا ہے تو کہاں ہے؟ اور کون ہم سے رابطہ نہیں رکھتا؟ تو ذاتی رابطہ اور بہت سنجیدگی کے ساتھ تعلقات کو ان کے بڑھانا اور پھر جلد از جلد خدا کی طرف لے کے آنا اور اس سلسلے میں دعاؤں پر زور دے کر اندر بر ثابت کرنا کہ روحانیت کوئی فرضی چیز نہیں ہے بلکہ زندہ حقیقتوں میں سے ایک زندہ حقیقت ہے۔ اور ان کو یہ بتانا کہ دیکھو وہیں قبول ہوتی ہیں۔ ہم تمہارے ساتھ چلتے ہیں، نہیں رکھتے ہیں وہ کونسا خدا ہے؟ جس نے ہم سے رابطہ کیا ہے۔ اس قسم کے واقفین یہ جو وہاں کام کر سکیں گے۔ اور اسی بیج پر آئندہ سپین میں کام کرنا چاہیے۔ ورنہ تو باہر کی دنیا سپین کی بالکل ایک مردہ دنیا ہے۔ وہاں غرناطہ میں جب وہ سوال کر رہے تھے تو مجھے خیال آیا کہ بالکل یوں محسوس ہوتا ہے کہ بے بصیرت لوگ ہیں۔ جن کو روشنی ہوتے ہوئے بھی پوری طرح اندھیرا دکھائی دے رہا ہے۔ یعنی خدا کا وجود جو ہر ذرے سے ظاہر ہے، ہر کائنات کے ذرے ذرے میں بول رہا ہے، نہ اس کی آواز کو ان کے کان سن سکتے ہیں، نہ اس نور کو وہ کسی پہلو سے بھی دیکھ سکتے ہیں

### کلیتہً ایک خلا محسوس ہو رہا ہے

اور جس خدا پر وہ ایمان لے آ رہے ہیں وہ بھی ایک قدیم زمانے کا خدا ہے۔ جو ماضی میں سینکڑوں ہزاروں سال پیچھے رہ چکا ہے۔ زندہ۔ ہم قدم ساتھ چلنے والا۔ سہارا دینے والا۔ آئندہ کی راہ دکھانے والا۔ آئندہ کی امیدیں پیدا کرنے والا، ایسا کوئی خدا ان کو معلوم نہیں۔ اس لئے یہ مرکزی حقیقت ہے جس پر زور دیکھا جیسے ٹکوں میں تسلی کا بیاب ہو سکے گی۔ اور آئندہ کی بیج پر کام ہونا چاہیے۔

غرناطہ ہی میں ایک وہاں کی ٹیم نے مثال سنی بڑی دلچسپ ہے جو غرناطہ کے رئیس کے متعلق بیان کی جاتی ہے۔ سچائی کہادت ہے کہ غرناطہ کے اندر سے یہ آواز دیتے ہیں کہ اسے خاتون! کچھ راہ مولیٰ مجھے خیرات دیتی جاؤ۔ کیونکہ غرناطہ کے اندر سے زیادہ دنیا میں اور کوئی عروم اور قابل رحم چیز نہیں۔ اتنا حسن اور آنکھیں سن کو دیکھنے سے عمارت رہیں۔

چنانچہ وہ مثال مجھے یاد آئی اور میں نے سوچا کہ ایک غرناطہ نہیں ملتا، سارا سپین اندھوں سے چھرا ہو رہا ہے وقت عود خدا کے نور سے نا آشنا ہیں۔ اصل حسن سے نا آشنا ہیں۔ اور دیکھ نہیں سکتے۔ اور

### نہایت قابل رحم حالت ہے

ہے ان کا کہ وہ جو ان کو اس حسن کی خیرات دینا چاہتے ہیں وہ خیرات لینے سے بھی انکار کر رہے ہیں۔ اور اسے لینے کے لئے ان کے ہاتھ آگے نہیں بڑھتے۔ تب میری توجہ قرآن کریم کی اس آیت کی طرف منتقل ہوئی

وَإِذَا أَلْمَمْنَا عَلَى الْإِنْسَانِ أَعْرَضَ وَنَأْبَحْ بِجَانِبِهِ

میں تیری تسلی کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔

(الہام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

پیشکش: عبدالرحیم و عبدالرؤف، مالکان، محمد ساری، فائز، صالح پور، کنٹ (ڈائری)



کیونکہ دوسرے دن غناطہ پہنچ کر جب ہم صبح کی سیر کے لئے نکلے تو تجویز یہ کیا گیا کہ آج چھ ماہ پہلیس (PHELIS) ہے غناطہ کا الحماوہ اس کے علاوہ بھی میں بعض وہ چونکہ ہند ہوگا اس لئے اس پہاڑی کی چوٹی پر جایا جائے۔ وہاں سے سارے آندس کا منظر دوردور تک نظر آتا ہے۔ اور غناطہ کے تو سارے پہلو ہر طرف سے بڑے صاف واضح دکھائی دیتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے یہی فیصلہ کیا کہ اس پہاڑی کی چوٹی پر چلتے ہیں۔ عموماً جتنے بھی مسافر ہیں یا دیکھنے والے زیارت کرنے والے ان کو اچھلے آتی زور کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے کہ اس سے آگے پہاڑی پر جانے کا کسی کو خیال ہی نہیں آتا۔

ہر حال چونکہ سیر کی عادت تھی اس لئے اس تجویز کو میں نے ٹراپسند کیا۔ اور ہم اس کی پہاڑی کی چوٹی پر جانے لگے تو تقریباً دو تہائی فاصلہ طے کرنے کے بعد اچانک میرے ساتھی ڈاکٹر منصور الہی نے بتایا کہ یہاں ایک قبرستان ہے۔ اور یہ ایک ہی قبرستان ہے مسلمانوں کا جو آج تک باقی ہے۔ چنانچہ جب میں نے دائیں طرف نظر ڈالی تو ابھی تک اس کے اوپر عبارت کچھ ہوئی تھی قبرستان کے منتقل۔ اور اندر جا کے ہم نے دیکھا تو اکثر قبریں یا تو بالکل گڑھے میں چکی تھیں۔ جس طرح اندھی آنکھیں ہوتی ہیں۔ ان میں آکھ کا ڈھیلانہ ہو۔ اس قسم کی شکلیں تھیں ان قبروں کی۔ اور

### بڑے ہی دروناک حالت میں تھیں وہ قبریں

اور بہت وسیع علاقہ ہے وہ پہاڑی کا۔ وہ ایک چھوٹی پہاڑی ہے جو تقریباً تمام کی تمام کسی زمانے میں غناطہ کے مسلمانوں کے لئے قبرستان کے طور پر استعمال ہوتی تھی۔ کوئی کتبہ باقی نہیں ہے وہاں۔ صرف پتھروں کے نشان ہیں لکھ گچھ۔ اور کچھ گڑھے میں قبروں کے۔ بعض جگہ تو بعض لوگوں نے پتھروں کی مٹی ڈال کے اس کو برابر بھی کیا ہوا ہے۔ اور چند قبریں بھی جو تازہ ہیں۔ مگر اکثر قبریں وہی پڑانی قبریں ہیں۔ وہاں دعا کے وقت ایک خاص کیفیت دل پہ پیدا ہوتی۔ اور ذہن پڑانی ماضی کی تاریخ میں چلا گیا۔ نہیں کہہ سکتا تھا، نہ ہی میرے لئے ذریعہ تھا کوئی معلوم کرنے کا کہ ان میں سے اولین زندہ کے غازی کون ہے؟ اور آخری دوسرے وہ بد قسمت کون ہیں جنہیں سپین کو اپنے ہاتھوں سے غیروں کو سپرد کرنا پڑا؟ مگر یہ مجھے محسوس ہوا کہ

### اس مٹی میں دونوں خون ملے ہوئے ہیں

ان غازیوں کا بھی خون ہے جنہوں نے خون دے کر اسلام کی عظمتوں کے لئے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کی۔ اور ان غازیوں کا خون بھی اس میں ملا ہوا ہے جو بد قسمتی سے ایسے زمانے میں داخل ہوئے کہ جب وہ اپنی وراثت کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے تھے۔ ان عظیم الشان غازیوں نے جو ورثے میں دوتیس عطا کی تھیں ان کی حفاظت کرنے کے بھی وہ اہل نہیں رہے تھے۔ تو وہ قبرستان کیا تھا وہاں سپین کا مشرق بھی تھا اللہ سپین کا مغرب بھی تھا۔ جہاں سے سورج طلوع ہوتا تھا وہ جگہ بھی دکھائی دے رہی تھی۔ اور جہاں سورج غروب ہو گیا تھا وہ جگہ بھی دکھائی دے رہی تھی۔ اس وقت میں نے دعا کی کہ اے خدا! یہ تو مٹی ہو گئے لوگ۔ ان کے ظاہری بدن تو مٹی ہو گئے۔ مگر ان کی رُو میں تیرے حضور زندہ ہیں۔ میری آواز براہ راست تو ان تک نہیں پہنچ سکتی۔ لیکن میری آواز کو تو ان تک پہنچا سکتا ہے۔ اس لئے

### آج میں ان کو ایک پیغام دیتا ہوں

تمام جماعت احمدیہ کی طرف سے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ کی حیثیت سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے یہ پیغام ان کو دیتا ہوں کہ اگرچہ تم مر گئے۔ اور زیر زمین جا سوئے لیکن درحقیقت میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم نہیں بلکہ سارا سپین مر گیا۔ تم ہی زندگی کے نشان تھے۔ تم ہی وہ تھے جو اس جہنمستان کی زینت تھے۔ اس کی رونمائی تھے۔ تمہارے دم قدم سے سپین کی آبادیاں تھیں۔ تمہاری آوازوں کے ساتھ خدا کی تکبیر یہاں بلند ہو کر تھی۔ تمہاری پیشانیوں پر وہ نور تھا جو سجدہ کرنے والی پیشانیوں کو عطا ہوتا ہے۔ پس اگرچہ تم آج تہر خاک جا سوئے ہو۔ اور تمہارے ظاہری وجود کا کوئی نشان بھی باقی نہیں رہا ہے

کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ جب ہم نعمت دیتے ہیں انسان کو اَعْرَضَ وَنَا بَحْا نِسِبہ وہ غم نہ ڈالتا ہے اور پہلو تہی کرتا ہے، انکار کر دیتا ہے اسے قبول کرنے سے۔ تو اس وقت یہ سپ کے اندر ہے تو غناطہ کے اندر ہے۔ بنے ہوئے ہیں۔ لیکن قابل رحم تو ہیں لیکن۔ لینے کی کوئی طلب نہیں ہے۔ تو راقین عارضی کو وہ طلب بھی پیدا کرتی پرسکی۔ ان کو یہ بینائی بھی دینی پڑے گی کہ تم غم نہ ہو۔ اور ہم نہ صرف حسن کے لئے آئے ہیں بلکہ تمہیں یہ بتانے بھی آئے ہیں کہ یہ جس سے اور تم اس سے محروم بیٹھے ہوئے ہو۔ تو یہ

### دو کام

ہیں۔ ایک کام نہیں رہا آپ کا۔ آپ نے خیرات ان کی بھلائی میں دانی بھی ہے اور اس خیرات کے لئے طلب بھی پیدا کرتی ہے۔ اس کے لئے آپ کو خود بخود ہونا پڑے گا۔ مگر ہونا پڑے گا ان صفات سے جو نہ صرف یہ کہ حسن کی جاذبیت رکھتی ہیں بلکہ خود کی جاذبیت کو دیکھنے والی آنکھ بھی پیدا کر سکتی ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے حسن میں دونوں صفات پائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حسن کا یہ کمال ہے کہ وہ اندھوں کو پہلے بینائی بخشتا ہے اور پھر اس بینائی کے سامنے اپنا جلوہ دکھاتا ہے۔ چنانچہ

### وَوَحَدَكَ مَنَّا لَا نَهْدِي

یہ بھی ایک فلسفہ بیان فرمایا گیا ہے کہ تجھے تو ہم نے بھٹکتا ہوا پایا تھا۔ ہم نے تجھے ہدایت دی یعنی اپنی طرف آنے کے لئے ہم نے ہی سب کچھ نہیں عطا کیا تھا۔ آغاز میں جو طلب پیدا کی وہ بھی ہم نے دیکھنے کی توفیق بھی ہم نے بخشی۔ پھر جلوہ بھی ہم نے دکھایا۔ تو کھیت ہدایت کے سارے مراحل کی ذمہ داری ادا کرنا پڑی۔ اس لئے اہل سپین کے اندھوں کو اگر آپ نے جاکر اس مقام کی طرف مائل کرنا ہے تو حسن بھی بخشتا ہے۔ اور حسن کی آنکھ بھی عطا کرتی ہے۔

### اس کے لئے آپ کو صفات باری تعالیٰ سے مزیں ہونا چاہیے

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا۔ آپ سین ہر جائیں گے سب سے زیادہ یہ قول کہنے والے نہیں گے، مگر اس وقت جبکہ اللہ کی طرف بلائیں اور اللہ کے رنگ اختیار کر کے اللہ کی طرف بلائیں۔ عَمِلَ صَالِحًا کا بھی مطلب ہے کہ صرف اللہ کی طرف نہ بلاؤ بلکہ اللہ کے رنگ اختیار کر کے پھر خدا کی طرف بلاؤ۔ بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اور یہ امید رکھنا ہوں کہ آئندہ اللہ تعالیٰ اہل سپین کو اسلام کی طرف بلانے کے لئے یہ نیا فتح علی اللہ تعالیٰ بہت بہتر اور مفید ثابت ہوگا۔

سپین میں اس دفعہ

### ایک اور نیا تجربہ

ہوا جو بہت ہی دکھ والا بھی تھا لیکن اس کے نتیجے میں خدا تعالیٰ نے خاص دعاؤں کی بھی توفیق بخشی۔ سفر کے دوران ایک ایسا خیال ہمارے ساتھی محرم منصور احمد خان صاحب کو آیا جس کا پہلے مجھے خیال نہیں آیا تھا کم سے کم۔ انہوں نے ذکر کیا وہ ہمارے کلیل التبشیر بھی ہیں اور سفر کے دوران پرائیویٹ سیکرٹری بھی وہی تھے اور میرے ڈرائیور بھی وہی تھے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے تینوں کام بڑی ہمت سے انہوں نے کئے ہیں۔ تو انہوں نے سفر کے دوران یہ بتایا کہ میں سوچ رہا ہوں کہ یہاں اتنے مسلمان بستے رہے ہیں، آٹھ سو سال تک آباد رہے ہیں، ان کا مقبرہ بھی نہیں دیکھا۔ عمارتیں تو نظر آرہی ہیں لیکن کہیں کسی قبر کے کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ تو اس وقت مجھے تو تجربہ پیدا ہوئی اور میں نے کہا واقعہ جب کچھ دفعہ بھی ہم آئے تھے اور اس سے پہلے بھی جب میں مسیح آیا تھا اس وقت بھی سارے سفر کے دوران کہیں بھی سپین کی کوئی مقبرہ مسلمانوں کا نظر نہیں آیا۔ معلوم ہوتا ہے

### یہ خیال ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے خالص مقصد کے لئے ڈالا تھا

”محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں!!“

(حضرت خلیفۃ المسیح الرابعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

پیشکش: سن رائزر روم چمروڈ کیش - ۲ پتھیا روڈ - محلہ کشتا - ۲۹-۰۰۰۰



اکثر تو پاکستان کے ہیں اور ایک فلسطین کے احمدی دوست بھی ہیں۔ ان کی طرف سے بھی یہی درخواست ملی ہے ان کے اتر باد کی طرف سے۔ تو ان سب کی نماز جنازہ قائب ہوگی ابھی جمعے کی نماز کے بعد۔

سب سے پہلے تو ان میں مکرم چودھری محمد اسلم صاحب امیر ضلع سیالکوٹ یہ افسوسناک اطلاع کی خبر ملی ہے آپ کو دل کی تکلیف تو بڑی پرانی تھی۔ مگر اسی حالت میں ہی دورے کرتے تھے سلسلے کے کام خدا کے فضل سے پوری تندرستی سے سرانجام دیتے رہے۔ اور ابھی بھی ان کی وفات میں ایک شہادت کا رنگ اس طرح پایا جاتا ہے کہ دینی سفر پر روانہ ہوئے تھے اور اسی سفر کے دوران آپ کا ہارٹ فیل ہوا ہے۔

دوسرے مکرم حسین علی خالد مصاف ہیں جو فلسطین کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے اور نہایت فدائی اور مخلص تھے۔ اور رپورٹ یہ ہے کہ مہنگین کے ساتھ ہمیشہ تعاون کرتے اور تبلیغی اور تربیتی کاموں میں ہمیشہ ہاتھ بٹانے والے تھے۔

تیسرے ہمارے ایک پرانے سلسلے کے بزرگ، سادہ، نیک مزاج، دھاگو، تبلیغ کا بے حد شوق رکھنے والے مکرم چودھری سردار خواں صاحب چٹھہ مولوی کے متعلق کو جسے انوار کے ہیں۔ ان کے بیٹے عبدالقدیر صاحب ناظریت المال قادیان ہیں آج کل۔ مرحوم موصی بھی تھے۔ اور میں جانتا ہوں، انیس وقف جدید کے اور حیدر ام الاحمدیہ کے ووروں پر بہت پھرتا رہا ہوں، بہت ہی غیر معمولی اخلاص میں نے ان کا دیکھا۔ جس سے ہمیشہ بہت متاثر ہوا کرتا تھا۔

چوتھے مکرم سید ابو الحسن خورشید بخاری جو "افضل" کے بھی خوشنویس تھے اور آج کل وہ خطبات کی کتابت بھی کر رہے تھے۔ یہ بھی بڑے محنتی اور سلسلے سے محبت رکھنے والے تھے۔ ایک بیٹا ان کا واقعہ زندگی بہت۔ جامع میں طالب علم ہے۔ ان کی بھی اچانک وفات ہوگئی۔

پانچویں ماسٹر سعد الدین صاحب فیکٹری ایریا ربوہ بڑے ہی نیک مزاج اور مہار کرنے والے، محنت کے ساتھ پڑھانے والے، بڑے ہر درجہ عزیز استاد تھے احمدیوں کی سکول کے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی کام کرتے رہے پرائیویٹ ٹیوشن کے طور پر۔

پھر شیخ نذیر احمد صاحب اور ڈاکٹر۔ یہ ہمارے خاص شہید کے رشتہ داروں میں سے ہیں۔ ان کو بھی تبلیغ کا جنون تھا۔ اور خاص ایک رنگ تھا ان کی تبلیغ کا جو دشمنوں کے اندر بھی جا کر ان کے دلوں کو نرم کر دیا کرتا تھا۔

پھر ایک ہماری خاتون بی، خواجہ فضل احمد صاحب جو اسلام آباد میں بیٹھے رہے ہیں ان کی بیگم امۃ الحجی صاحبہ ان کے تعلق تو میرا بھی علم تھا کہ اچھی صحت ہے، ٹھیک ہیں۔ مگر بھی زیادہ نہیں تھی۔ پتہ نہیں کیا تکلیف ہوئی ہے؟ اچانک ان کی وفات کی بھی اطلاع ملی ہے۔

افسوری بیگم صاحبہ ڈاکٹر سردار علی صاحب ربوہ کی بیگم ان کی بھی وفات کی ان کے بیٹے نے اطلاع دی ہے۔ یہ ہمارے ہمسائے میں ربوہ میں رہا کرتے تھے ایک زمانے میں کرائے پر مکان لے کر۔ بڑے مخلص دوست تھے۔ ان کی بیگم بھی خدا کے فضل سے متقی اور تہجد گزار تھیں۔

پھر مکرم علی احمد صاحب نے۔ اے بی۔ ٹی جو مشہور ہیں، جماعت میں، جن کے بیٹے عبدالسلام اختر صاحب بھی واقعہ زندگی تھے ان کی بیگم سہیدہ رشیدہ بیگم صاحبہ کی وفات کی بھی اطلاع ملی ہے۔ ان کے تین بیٹے بہان، انگلستان میں بھی رہتے ہیں۔ ان سب کے علاوہ ایک۔ انکی اطلاع ملی ہے کہ صوفی عبدالرحیم بخش صاحب نیرودا کی بیگم بھی وفات پاگئی ہیں سادہ بیگم۔ یہ غالباً مولوی ابو العطاء صاحب کا تہشیرہ تھیں اور موصیہ تھیں۔ یہ بھی بہت دین کے کاموں میں رغبت رکھنے والی اور قربانی کرنے والی تھیں۔ یہ

## بہت ہی قیمتی وجود

ہیں جو ہم سے الگ ہوئے ہیں۔ ان سب کی نماز جنازہ جمعے کے بعد ہوگی۔

ان گزشتوں کے جو بے ڈھیلوں کی آنکھوں کی طرح بے لڑکھے دکھائی دے رہے ہیں۔ اور بظاہر یہ اسلام کی موت دکھائی دیتی ہے۔ مگر میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ جس طرح ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ معرفت کا نکتہ بیان کیا تھا کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو موتیں جمع نہیں ہو سکتیں۔ آپ کے ماننے والوں پر بھی دو موتیں جمع نہیں ہو سکتیں ان کے جسم تو مر سکتے ہیں مگر ان کے دین کو نہیں مرنے دیا جائے گا۔ پس میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ

## ساری جماعت احمدیہ اس بات کا عہد کر رہی ہے

اور اس عہد کو ہمیشہ نبھاتی رہے گی کہ جب تک اسلام دوبارہ سپین میں اسی شان کے ساتھ دوبارہ زندہ نہ ہو سکے اس سے بڑھ کر شان کے ساتھ دوبارہ زندہ نہ ہو، جس طرح پہلی بار اسلام سپین میں زندہ ہوا تھا ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ہم مسلسل جدوجہد کرتے رہیں گے۔ ہم مسلسل کوشش کرتے رہیں گے۔ ہم تو اس آقا کے غلام ہیں جس نے بیابان میں یہ عجیب و غریب دکھایا تھا کہ صدیوں کے مردوں کو ہزاروں سال کے مردوں کو زندہ کر دیا تھا۔ الہی رنگ پکڑ گئے تھے وہ مردے۔ آج بھی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اسیاںے موتی کے صدقے اور آپ ہی کے فضل ہم اس مردہ سپین کو دوبارہ زندہ کریں گے۔ پس ہمارا انتقام تو وہی ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقام تھا۔ اس عفو کے شہزادے کا انتقام تھا۔ جو آپ پر موت برسانے کی کوشش کرتے تھے آپ انہیں زندگی عطا کرتے تھے۔ پس اسے اسلام کے نام پر ہمارے جانے والے! ہم تمہاری خاطر تمہاری ہی طرف سے زندگی کا پانی بھیجیں گے سارے سپین میں۔ ان مردوں کو جو سطح زمین پر رہیں ہیں بظاہر اور درحقیقت وہ قبرستان کا منظر پیش کر رہے ہیں ان کو ہم زندہ کر دیں گے۔ اور ان میں دوبارہ اسلام کو گھونٹ کر دیتا ہوا پورچوٹا ہوا دکھیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ، اور

## سپین سے انشاء اللہ تعالیٰ دوبارہ ساری دنیا کیلئے اسلام کی تبلیغ

اور تمام دنیا میں سپینش مسلمان اسلام کا چھوڑنا پلٹ کر نہ گئے۔ عظیم الشان قربانی دینے لگے گا۔ یہ ہمارا مقصد اور اوقا ہے۔ اور میں عہد کرتا ہوں کہ اے خدا! تو ہمیں توفیق عطا فرما ہم اس عہد کو پورا کرنے والے ہوں۔ کہ اسی قبرستان کو جو غلامی مسلمانوں کا قبرستان ہے، سارے سپین کے لئے زندگی کا سرچشمہ بنادیں گے۔ آج اس قبرستان نے جو میرے دل کو زخمی کیا ہے اور جو میری توجہ کو پکڑ کے لگائے ہیں، اے خدا! اس سے ایسے خون کی آبشار نکال، ایسے خون کے سوتے نکال کہ جو سارے سپین کو تر تازہ کر دیں اور نیا رنگ بھر دیں اسلام کا اور تیرا محبت کا نیا رنگ بھریں۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام یہاں پیدا ہوں۔ اور صرف غلام نہیں اس شان کے غلام پیدا ہوں کہ وہ اسلام کے لئے ساری دنیا میں قربانیاں دینے لگیں۔ اور مجھے یہ خیال آیا اور میں یہ عہد کرتا ہوں کہ ہم یہ کوشش جاری رکھیں گے۔ اور یہ کوشش کریں گے کہ انشاء اللہ تعالیٰ بالآخر تمام دنیا کے ہر خطے میں سپینش تبلیغ بھجوائیں گے۔ جو وہاں جا کر اسلام کی تبلیغ کریں۔

یہی انتقام تھا جو ہم اس قوم سے لے سکتے تھے اور یہی وہ انتقام ہے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو زیب دیتا ہے۔ اور میں آپ کو اس لئے یہ بتا رہا ہوں کہ جب انی آپ کی طرف سے عہد کر چکا ہوں تو آپ نے اس عہد کو نبھانے میں ہر ممکن میری مدد کرنی ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ میں یقین رکھتا ہوں کہ

## یہ میرے دل کی ہی آواز نہیں بلکہ ہر احمدی کے دل کی آواز تھی۔

اور اگر آپ دعاؤں کے ذریعے اپنے اس عہد کو قائم اور زندہ رکھنے کے لئے خدا سے التجائیں کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ عہد ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اور اس کے عظیم الشان پھل ہمیں بھی عطا ہوتے رہیں گے۔ اور اہل دنیا کو بھی عطا ہوتے رہیں گے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اس سفر کے دوران

## بعض بہت مخلص اور نیک احمدیوں کے وصال کی خبر ملی ہے

اگر تو میں داں موجود ہوتا ربوہ میں تو خود ان کا جنازہ پڑھاتا۔ یہ میری دلی تمنا بھی ہوتی۔ لیکن ان میں سے بھی اکثر کے متعلق یہی ہے کہ ان کی دلی تمنا بھی یہی تھی کہ میں ان کا جنازہ پڑھتا۔

## ولادت

مکرم ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب آف امریکہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بروز ۱۲ کو بیٹی سے نوازا ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ بفرہ العزیز نے ازراہ کم نور و کرام کا نام "عائشہ" تجویز فرمایا ہے۔ نوموودہ مکرم عبدالرحیم صاحب افغان درویش مرحوم کی پڑپوتی، مکرم خلیل الرحمن صاحب تبلیغ پشاور کی پوتی اور مکرم ڈاکٹر پرنس عبدالسلام صاحب کی نواسی ہے۔ محترم ڈاکٹر صاحب کی صحت و عافیت و رازی عمر اور نیک و خالص دین بننے کے لئے قارئین سے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔

(امیر جماعت احمدیہ قادیان)



# سیرت حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا

رثاۃ سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

پیارے آقا کا یہ انتہائی لطیف اور بیش قیمت مضمون ہمیں محترم ملک صلاح الدین صاحب (مؤلف اصحاب احمد) قادیان کی دس طبع سے موصول ہوا ہے۔ جسے سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد پر بعد شکر و امتنان بدمی کے صفحات کی زینت بنایا جا رہا ہے۔

حضرت اماں جان نور اللہ مرقدہا سے متعلق چند باتیں لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ آپ کی شخصیت کا سب سے نمایاں پہلو سچائی تھا۔ اور شفقت علی الناس اس سچائی کے ساتھ گھل مل کر ایک وجود کی صورت میں ڈھل گئی تھی۔ اسی وجود کا نام سیدہ نفرت جہاں بیگم تھا جو جماعت میں بالعموم حضرت ام المومنین کے تقدس لقب سے معروف ہیں۔ اور غاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور قریبی مخلصوں میں حضرت اماں جان کے نام سے یاد کی جاتی ہیں۔

سچائی اور شفقت بلاشبہ میرے نزدیک ان دو لفظوں میں آپ کی شخصیت سمیٹی ہوئی اور پھر نور کی کرنوں کی طرح سارے روحانی وجود پر پھیلتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ یہ دو صفات آپ کی ہر دوسری صفت پر حاوی تھیں۔ اور مزاج کا یہ جز ان میں رنگین تھا۔ اب تک میں نے اپنی ساری زندگی میں ایسا کوئی وجود نہیں دیکھا۔ بلاشبہ وہ اس زمانہ کی خواتین میں بے مثل تھیں۔

ایسا پاکیزہ مزاج، رطب و یابس سے مبرا ایسا صاف کلام، جس میں لغو کا کوئی پہلو سنائی نہ دیتا تھا۔ اور جو لایسعون نہ تھا لغو ادا لا کذا ابا کا منظر پیش کرتا تھا۔ کلام مدہم گفتگو، مخاطب کی بات کو تحمل سے سنا اور بڑے سکون اور وقار سے اس کا جواب دینا، تکلف سے پاک زندگی اور تکلف سے پاک کلام۔ میں سوچتا ہوں تو درطہ حیرت میں ڈوب جاتا ہوں کہ کس مٹی سے یہ وجود ڈھالا گیا۔ اگر سچائی اور شفقت دو مادی وجود ہوتے تو حضرت اماں جان کو خلعت وجود بخشنے کے لئے سچائی کی مٹی کافی تھی جسے شفقت

کے پانی سے گوندھا جاتا۔ بار بار یہ کہنے کے باوجود میرے دل کی پیاس نہیں بجھ رہی اور ٹھنڈی ٹھنڈی محسوس کر رہا ہوں کہ ابھی تک میں اپنے مافی الضمیر کو پوری طرح بیان نہیں کر سکا اور جو کہنے کا حق تھا وہ حق ادا نہیں کر سکا۔ میں کیسے بتاؤں اور وہ زبان کہاں سے لاؤں جو حضرت اماں جان کی زندگی میں سچائی اور خلوص کے حسین امتزاج کو ظاہر کر سکے۔

انسان تو ایک بہت عاجز بیان جانور ہے۔ وہ سب جو آنکھ دیکھتی ہے زبان اسے کحقمہ دوسروں تک پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتی۔ دل لاکھ چاہے اور تڑپے کہ جو آنکھوں نے دیکھا اور دل نے محسوس کیا وہ اسی طرح بن دین دوسرے کے قلب میں آندیل دے۔ لیکن حیرت کے ساتھ گویائی اپنی شکست تسلیم کرتی ہے۔ اور قلم رک رک کے چلتا اور چلتے چلتے رک رک جاتا ہے۔ لیکن وہ کہہ پانے کی قدرت نہیں رکھتا جو سینے میں بھرا ہوا ہے۔ حضرت اماں جان کی سیرت کے بیان میں بھی مجھے ویسی ہی دشواری پیش آرہی ہے۔ سوچا ہوں کہ کیا اور کیسے بیان کر دوں تو جیسے لکھاؤ پر شوئی انگ جائے بار بار یہ دو لفظ سامنے آتے ہیں اور آئے چلے جاتے ہیں کہ ہماری اماں جان بے حد سچی تھیں اور بڑی شفیق تھیں۔ ایسی سچی کہ چراغ لے کر ڈھونڈنے سے اس مٹی ایسی چہار دانگ عالم میں کوئی اور دکھائی نہ دے۔ ان کی شفقت اور سادگی۔ سچائی اور پیار کی یاد سے تو جان پھسل کر دعا بن جاتی ہے اور عاؤں کا گداز خون جگر کی آمیزش لئے آنکھوں سے بہنے لگتا ہے۔

میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو تو نہیں دیکھا لیکن حضرت اماں جان کو دیکھا ہے۔ اور خوب سمجھتا ہوں کہ کیوں صحابہ کرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذکر پر آپ کے وصال کے بیسیوں سال بعد بھی پھوٹ پھوٹ کر دیا کرتے تھے اور فرط محبت اور درد فراق سے ان کے سینوں پر ایک قیامت ٹوٹ پڑتی تھی۔ تاریخ احمدیت میں جب وہ واقعہ پڑھتا ہوں تو مجھے کبھی تعجب نہیں ہوتا جب مشورہ مشرق (مسٹر الٹر) سن ۱۹۱۶ء میں قادیان آیا اور حضرت اقدس کے ایک صحابی منشی روڑے خاں سے پوچھا کہ مرزا صاحب کی سیرت پر کچھ بیان کرو تو وہ بے اختیار رونے لگے اور روتے روتے ان کی ہچکلی بندھ گئی۔ (مسٹر الٹر) گو حضرت منشی صاحب کی اس حرکت پر تعجب تو ہوا لیکن (وہ) ایک ذہین آدمی تھا۔ آنسوؤں کی اس خاموش زبان کو سمجھ گیا اور مغرب کے ایک دور ریس سے آنے والا اس راز کو پایا کہ مرزا صاحب جو کچھ بھی تھے سراپا عشق اور محبت سچائی تھے۔ حضرت اماں جان کے آئینے میں حضرت اقدس علیہ السلام کی سیرت کی جھلکیاں دیکھ کر مجھ پر بھی صحابہ کرام کے بے پناہ عشق کے عقد سے حل ہوئے۔ آپ کی باتوں میں مبالغہ نام کو بھی نہ تھا اور مدائمت سے آپ کی گفتگو کلیتہً نا آشنا تھی۔ لیکن تعجب اس میں نہیں۔ تعجب اس میں ہے کہ اس کے باوجود آپ کی صاف گوئی میں تلخی کا شائبہ تک نہ پایا جاتا تھا۔ یہ بات ہے جو میں سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہوں۔ تلخی سے کلیتہً پاک صاف گوئی اور مبالغہ اور مدائمت سے مبرا شیریں کلام، یہ وہ معجزہ تھا جس کا نام نفرت جہاں بیگم تھا بڑے بڑے صاف گوئیں نے دیکھے ہیں لیکن کبھی ایسا نہیں دیکھا جس کی صاف گوئی بارہم تلخی اور دل شکنی کی حدوں میں

داخل نہ ہو جاتی ہو۔ بلکہ اکثر صاف گو اپنی سچائی کی جولانیاں و آزاری کی سرزمین پر ہی دکھاتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ ان کی سچائی کا قدم لاقصد اور کھے ہوئے دلوں کو مسلا ہوا آگے بڑھتا ہے اور دل آزاری کے بغیر وہ سچائی کی راہ میں ایک قدم بھی آگے بڑھانے کا سلیقہ نہیں رکھتے۔

حضرت اماں جان ایسی نہ تھیں۔ انہوں نے تو سچائی کے سب سے سچے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتب میں پڑھے تھے۔ تکبر سے ماری۔ فخر سے پاک۔ دل شکنی کے کانٹوں سے نمبرا۔ سچائی جو پھول کی پتیوں کی طرح نرم خوشبو میں بکھیرتی ہوئی دلوں پر گرتی تھی اور نفرت کی بجائے محبت سے انہیں فتح کرتی تھی۔

میں نے بڑے بڑے نرم گفتار دوسروں کے جذبات کا خیال رکھنے والے ملائم کلام کرنے والے دیکھے ہیں۔ لیکن ایسا کم دیکھا جس نے کبھی اس نرم گفتاری کی قیمت مانگے یا جھوٹ کے سکوں میں ادا نہ کی ہو۔ اور ایسا کوئی نہیں دیکھا جس نے نرم گفتاری کے سوا زندگی بھر کوئی اور کلام ہی نہ کیا ہو۔ ہاں ایک حضرت اماں جان ایسی دیکھیں جن کی زندگی میں اگر کوئی تصنع کا شائبہ تھا تو سختی میں تھا۔ یعنی ان معنوں میں کہ جب سخت کلامی کی کوشش کرتی تھیں تو بات بنتی نہ تھی اور جب بے سمجھا تھا کہ بس باہر رو پنی نام ہی ہے سختی کا۔ اندر تو نام کو بھی سختی نہیں۔ (آپ کی) سختی پر دل نہیں دکھتا تھا ہنسی آتی تھی۔ رحم آتا تھا شفقہ نہیں۔ ان کے عقد پر پیارا تھا۔

لیکن جسے میں زبان کی لاچاری کے باعث مصنوعی عقد کہہ رہا ہوں اس میں بھی جھوٹ کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا تھا۔ نہ تکلف تھا۔ نہ بناوٹ۔ محض غصہ طاری کرنے کی ایک ناکام کوشش تھی۔ ایک بے بسی کا سا عالم تھا۔ جس میں بناوٹ کی بجائے سادگی پائی جاتی تھی۔ ایسی سادگی جس پر پیارا آتا تھا۔ ایسا پیار کہ دل چاہتا تھا کہ بس (انسان) "واری داری" جائے۔ بات یہ تھی کہ بڑے خلوص اور سچائی کے ساتھ ایسی جگہ جہاں عقد آنا چاہیے۔ آپ غصہ ہونے کی کوشش کرتی تھیں۔ لیکن دکھاوے کا نہیں۔ عقلی تقاضے کا پیداوار۔ یہ غصہ اصل غصہ کی طرح تو نہیں ہو سکتا تھا۔ اندر



دل اسی طرح نرمی اور شفقت سے بھرا ہوا۔ بلکہ اس خیال سے ترساں کہ میں غصہ میں اس حد سے ایک قدم آگے نہ بڑھ گئی ہوں جہاں تک بڑھنا اصلاح کے لئے از بس ضروری تھا۔ پھر غصہ کے اس اظہار کے بعد بلا استثنا ہمیشہ اس خیال کا دل پر غالب آجانا کہ محض اصلاح کی خاطر میں جس سے ناراض ہوئی تھی اب اُس کی دلداری بھی تو ضروری ہے۔ پھر مختلف بہانوں سے اس کی دلداری کرنا کہ ظاہر بھی نہ ہو کہ دلداری کی جارہی ہے۔ آپ کے وہاں کو تین سال کا عمر گذر چکا ہے۔ لیکن آج تک یوں لگتا ہے جیسے میں آپ کی سیرت کے غدد خال کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے کوئی پہاڑی چٹے کے شفاف پانی کی تہ میں جگمگااتے ہوئے جواہر کو دیکھ رہا ہو۔ آپ کا مزاج ایک شفاف چٹے کی طرح تھا جس (میں) کہ کوئی بناوٹ۔ کوئی تکلف۔ کوئی تصنع کی نسل نہ تھی۔ کوئی پردہ نہ تھا۔ صاف دھلی ہوئی فضاء جس کے آریا رکھائی دیتا تھا۔ آپ کا فطری عجب بھی آپ کی خوبوں پر پردہ ڈالنے سے عاری تھا اور یہ میرے خوب صادق آتا تھا کہ

یاں در نہ جو جوب ہے پردہ سے سراز کا یہ ضروری نہیں کہ کوئی غصیل اور خشگیں ہی ہو تو اس کا لوگوں پر رعب پڑے۔ بلکہ برعکس قعدہ ہے۔ سچا رعب تو کسی شخصیت کو عظمت کردار کے ذریعہ عطا ہوتا ہے۔ حضرت اماں جان کو اس رعب سے دافرحصہ ملا تھا۔ اور نہ آپ کے سامنے جا کر اپنی سب خوبیاں قبول جاتے تھے اور مرایا ادب ہو جاتے تھے۔

ایک دفعہ اپنے دو بھائیوں کے ساتھ کھیلنے ہوئے میں آگے آگے بھاگ رہا تھا اور وہ میرے پیچھے پیچھے پیچھا کرتے مجھے پکڑنے کے لئے دوڑے چلے آ رہے تھے۔ راستے میں حضرت اماں جان کا صحن پڑتا تھا۔ اس طرح دوڑتے ہوئے جب میں حضرت اماں جان کے صحن میں داخل ہوا تو حضرت اماں جان برآمد ہوئے تشریف فرما تھیں۔ یہ سمجھ کر کہ وہ دونوں مجھ مارنے کے لئے پیچھا کر رہے ہیں، بلند آواز سے فرمایا: خبردار! جو تم نے اس کو کچھ کہا۔ یہ آواز سننے ہی وہ دونوں تو اٹھے پاؤں ٹوٹ گئے۔ اور میں نے اپنے قدم روک لئے۔ جس پیار اور احترام کے رعب کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ یہ اس کی ایک چھوٹی سی مثال ہے۔

ان دونوں نے یہ کہنے کی جرأت کیا کرتاں جان! ہم تو کھیل رہے ہیں۔ مارنے تو نہیں لگے۔ نہ مجھے کچھ کہنے کا حوصلہ ہوا۔ خاموشی اور ادب کے ساتھ از خود دبی کچھ کیا جوتاں جان چاہتی تھیں وہ دونوں چپ چاپ مسکراتے ہوئے واپس چلے گئے۔ اور میں حضرت اماں جان نے بتانے پر ہستہ آہستہ آپ کے قریب پہنچا۔ بڑے پیار سے فرمایا۔ یہ لو چوتی اور جا کچھ کھا لو۔ اور یہ کہتے ہوئے ایک چاندی کی چمکتی ہوئی چوتی میرے ہاتھ پر رکھ دیا دوسرے دونوں بھائی بھی ساتھ کے گھر سے یعنی حضرت امی جان۔ حضرت ام ناصر۔ کے گھر سے سلاخوں میں سے جھانک رہے تھے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے میں اپنی طرف سے خوش خوش سیڑھیاں اتر کر ایک بازار کی طرف بھاگنے لگا تو آگے وہ دونوں اس تبرک میں اپنا حصہ بانے کے لئے موجود۔

یہ چوتی جس کی میں بات کر رہا ہوں اپنی قدردانیت کے لحاظ سے تو جوتی دے تھی ہی۔ اپنی ظاہری قیمت میں وہ چوتی نہ تھی جیسے ہم آج کی زبان میں چوتی کہتے ہیں آج کل روہ میں مزدوری مزدور کے پچیس تیس روپے تک جاتی ہے۔ جبکہ ان دنوں قادیان میں مزدور چھ آٹھ آنے روزانہ پر کام کرتا تھا۔ وہ چوتی قیمت خرید میں کم و بیش آجکل کے دس چند روپیہ کے برابر تھی۔ لیکن یہ تو ایک ضمنی بات ہے۔ اگر وہ چوتی ایک دھیلے کے برابر بھی نہ ہوتی تب بھی اس کی یاد مجھے بہت پیاری ہے۔ وہ پیار اور محبت اور شفقت کا نشان میری یادوں کے ان لمحات کو ہمیشہ روشن اور خوشنود رکھتے۔

چوتی کے ذکر میں ایک اور چوتی کی بات یاد آگئی جس نے ایک اور دل میں اسی قسم کی بل پل مچا رکھی ہے۔ یہ مذکورہ بالا واقعہ سے بھی پہلے کی بات ہے۔ لیکن ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا میرے علم میں یہ بات آئی۔ میری ہمیشہ امت اباسط کے بچپن کے زمانہ کی ایک سکون کی ساکھی صوفیہ چند بھٹے قبل اپنے بیٹے کی شادی چانے روہ تشریف لائیں۔ یہ آجکل سانگھڑ (سندھ) میں مقیم ہیں جہاں سالہا سال سے ان کے مياں ڈاکٹر پیر فضل الرحمن صاحب پریکٹس کر رہے ہیں۔ بچپن کے تعلق کی بنا پر میری ہمیشہ سے ملنے بھی آئیں تو

لے محترمہ صوفیہ بچم صاحبہ اس مغون کی اشاعت سے قبل جولائی ۱۹۸۵ء میں وفات پا چکی ہیں۔

پرانی یادوں میں سب سے زیادہ دل پر اثر کرنے والا جو واقعہ سنایا وہ بھی ایک چوتی ہی سے وابستہ تھا۔ ان کے والد حضرت حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی جماعت کی ایک معروف شخصیت ہیں۔ آپ وزیر آباد کے ایک کثیر المحدث خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور احمدیت سے قبل علاقہ کے ایک مشہور المحدث عالم تھے۔ احمدیت میں چونکہ مختلف فرقوں سے اگر معیار میں اکٹھے ہوتی ہیں اس لئے باوجود اس کے کہ وحدت کی ایک ہی لڑی میں پر دی جاتی ہیں اور ایک ہی گلدستہ کی زینت بنتی ہیں۔ لیکن

ہے رنگ لالہ گل دل سے مبادعا کے مصداق ہر ایک پرانے فرقہ کی رنگ دبو کی کچھ کچھ باقیات ضرور رکھتا ہے۔ مگر صوفیہ بچم نے اپنے آبا جان کے متعلق یہ بیان کیا کہ ان پر بہت بے عزت تک اپنے سابق فرقے کے اثرات قائم ہے۔ لہذا فقہی امور میں سخت متشدد اور سخت متدین تھے۔ یہاں تک کہ اپنے گھر میں ہوسٹیکوں کو چوڑیاں تک نہیں پہننے دیتے تھے۔ کہتی ہیں۔ میں بہت چھوٹی تھی کہ میری ماں مجھے لے کر حضرت اماں جان کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضرت اماں جان نے پوچھا یہ تمہارے ساتھ بیٹھ ہے کہ بیٹا بہ تو میری امی نے عرض کیا کہ بیٹا ہے۔ حضرت اماں جان نے فرمایا کہ نہ چوڑیاں نہ کوئی اور زینت۔ بیٹیوں والی کوئی تو علامت ہو۔ تو امی نے عرض کیا کہ میرے مياں حافظ صاحب چونکہ اہل حدیث میں سے آئے ہیں اس لئے سخت متشدد ہیں۔ اور گھر میں کسی کو بھی چوڑیاں پہننے کی اجازت نہیں۔ اس پر حضرت اماں جان نے ایک چاندی کی چوتی میری اماں کے ہاتھ پر رکھ کر فرمایا۔ جانے سے پہلے بازار سے گزرتے ہوئے بیٹی کو چوڑیاں پہنائیں اور مياں پوچھیں تو کہنا اماں جان نے پہنائی ہیں۔ صوفیہ بچم کہتی ہیں۔ کہ ان دنوں چار آنے کی چوڑیوں سے کہنیوں تک دونوں ہاتھ بھر جاتے تھے۔ ہم جو اس حال میں گھر کو لے کر حضرت حافظ صاحب نے کڑک کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو امی نے دبی کہا جو فرمایا گیا تھا۔ یہ سننے ہی حافظ صاحب کا غصہ رفو چکر ہو گیا اور سر ادب سے ٹھیک گیا۔ اور پھر گھر میں ساری زندگی کسی کو چوڑیاں پہننے سے نہ روکا۔ وہ کیا زمانہ تھا اور وہ کیسے لوگ تھے۔ تربیت اور تہذیب و اخلاق کے وہ کیسے کیسے رنگ تھے۔ کیسی کیسی آسمانی رنگوں کو قبول کرنے کی صلاحیت ان کی طرفوں میں

پائی جاتی تھی سچ دوراں سے برکت پانے والے تھے۔ اور وہ وقت دور نہیں کہ بادشاہ ان سے برکت ڈھانڈ گئے۔ خدا کرے کہ یہ برکت ان کی نسلوں میں چلتی رہے۔ یہ رنگ نہ مٹیں۔ نہ محم ہوں۔ دنیا کی نظر میں تو ایک چوتی ہی تھی۔ لیکن آج تک اس سے پھٹنے والی کرفوں نے ایک۔ دل میں یادوں کے فانوس روشن کر رکھے ہیں۔

تبرک کی بات چلی ہے تو ایک تبرک کی بات یاد آگئی۔ حضرت اقدس سیح موعود علیہ السلام کے تبرکات کی تقیم حضرت اماں جان نے کیسے کی اور اولاد و دراداد میں سے کسی کسی خوش نصیب نے زیادہ تبرکات حاصل کئے اور کیسے۔ یہ ایک الگ داستان ہے۔ جہاں تک بیٹوں کا تعلق ہے وہ بیٹوں کی طرح بے تکلفی اور اپنائیت سے مانگنے کی جرأت نہیں کرتی تھیں۔ بلکہ ایک رعب کا پردہ حامل رہتا تھا۔ میری والدہ مرحومہ کو بھی حضرت اقدس سیح موعود علیہ السلام سے بے حد عشق تھا اور طبعاً آپ کے تبرکات کے لئے سخت حرص تھیں۔ لیکن مانگتے ہوئے چھپا چھپا تھیں۔ آخر خدا تعالیٰ نے ایک ایسا موقع پیدا کر دیا کہ آپ کی دیرینہ خواہش عجیب طور پر پوری ہوئی۔

ایک دفعہ حضرت اماں جان سے ملنے گیا تو معلوم ہوا کہ حضرت اماں جان کو فوری طور پر بیٹھیں روپے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ آپ نے میری والدہ سے فرمایا کہ اگر ہو سکے تو مجھے جتنی روپے فرض دیدو۔ والدہ مرحومہ نے عرض کیا کہ اگر میری ایک۔ دلی تنہا پوری فرمادیں تو احباب مند ہوں گی کہ اس فرض کے عوض رقم دینے کی جائے مجھے حضرت اقدس سیح موعود علیہ السلام کا لوہے کا سیف غایت فرامیں۔ ظاہر ہے کہ اس سیف کی قیمت روپے بیسوں میں تو جا چکی نہیں جاسکتی تھی۔ محض ایک طلب کا بہانہ تھا۔ حضرت اماں جان بھی نکتہ رس اور بے حد سخی اور شفقت تھیں۔ فوراً مان گئیں اور یہ آپ کی حسن عطا ہے کہ نظامہ وہ سیف فروخت کر دیا تاکہ دستِ مول کا پردہ چاک نہ ہو۔ یہ سودا گئے تو ہو گیا اور امی مرحومہ روپیہ لینے کی غرض سے گھر کی طرف چل بھی پڑیں لیکن جانتی تھیں کہ روپیہ تو گھر میں کوئی نہیں۔ اس فکر میں غلطی جب گھر کے صحن میں قدم رکھا تو ایک



خاتون نظر آئیں جنہوں نے آگے بڑھ کر  
آنے کا مقصد بیان کیا کہ وہ ان کے پاس  
کچھ امانت رکھوانے آئی ہیں۔ وہ امانت  
کیا تھی؟ سینتیس روپے۔ پس کون  
کون سا شخص ہے کہ یہ سارا جو لگ بھگ الہی  
کے تابع و نسا نہیں ہوا؟  
مجھے خود بھی حضرت اقدس مسیح موعود  
علیہ السلام کے تبرکات سے محرومی کا  
بہت احساس تھا۔ لیکن بے بسی پر تھی  
کہ یہ کئی دنوں و ذنی بڑی طرز کا بنا ہوا  
لوہے کا سیف تقسیم ہند کے وقت  
دہلی رہ گیا تھا۔ ازل تو اس کا لانا  
بہت ہی دشوار تھا اور کسی زائر کو ہمت

ہی نہ پڑتی تھی کہ اسے لانے کی حامی بھرے  
دوسرے وہ سب کچھ جو سمجھے رہ گیا تھا  
وہ تو اب ہمارا نہیں رہا تھا بلکہ دیارِ حجاز  
کے درویشوں کا ہو چکا تھا۔ دوسری  
دقت تو بآسانی اس طرح حل ہو گئی کہ  
عبد الحمید صاحب عاجز سے جو ہمارے  
گھر کے اس حصہ میں مقیم تھے جہاں یہ سیف  
پڑا ہوا تھا میرے احمدیہ ہوسٹل لاسور  
کے زمانہ کے قریبی تعلقات تھے۔ انہوں  
نے میری درخواست پر خوشی مجھے وہ  
سیف دینے کی حامی بھری۔ مگر اس  
شرط کے ساتھ کہ منگو آنے کا انتظام  
میں خود کروں۔ سالہا سال اس کوشش

میں گذر گئے۔ مگر میں اسے منگو آنے  
میں ناکام رہا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے میری سیوا کا  
پرہیز فرماتے ہوئے محترم مولوی فلوچ حسین  
صاحب سابق متبع مدرس کے صاحبزادہ  
ظفر کریم کو میری مشکل کشائی پر مامور فرمایا  
بڑی ہمت کے ساتھ انہوں نے سارے  
انتظامات کئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے راستے کی  
سب روکیں اٹھا دیں۔ ایک دفعہ وہ گئے ایک  
دوازہ کھٹکا دیکھا تو ظفر کریم سیف لیکر آئے  
ہیں ٹیکسی سے اسے اتارنا اور گھر میں منتقل  
کرنا دو تین آدمیوں کے بس کی بات نہیں  
تھی۔ پس اسی وقت اپنی ہمیشہ استقامت  
کے بچوں کو جگایا اور کم سے کم مل کر وہ تقدیر  
کوئی رنگ تو اس سرور سے نہیں پایا جاتا تھا۔ اللہ

سیف اپنے پائے سیج پاک کی نشانی گھر میں منتقل کی۔  
باقی دنیا میں تو دوسرے دن صبح سورج طلوع ہوا مگر  
ہمارے ہاں تو اسی رات اسی وقت سورج طلوع ہو چکا تھا  
بڑی پرہیزگار بڑی دلنواز صبح تھی جس کے ہر لمحہ کو  
روشن کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جلیل مجدہ صاحب کو لکھنؤ  
ظفر کریم صاحب کو دنیا آخرت میں بہترین جزا عطا فرمائے  
جنہوں نے مجھے یہ خوشیوں کا دن دکھایا۔  
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ سارا تبرک حضرت  
امان جان کی شفقت کی بھی ایک پائندہ یادگار ہے  
اللہ تعالیٰ آپ پریشمار مقربین نازل فرمائے سینتیس روپے  
میں اس تبرک کا سودا اللہ اللہ کیا شان ہے بلکہ  
بازار میں حضرت یوسف کے بھی تو فروخت کیا گیا تھا اور  
مگر وہ فروخت کرنے والے تو قیمت سے نا آشنا تھے۔ امان جان  
کوئی رنگ تو اس سرور سے نہیں پایا جاتا تھا۔ اللہ

## نعت

### ان کے پیغمبر تجھ پر سلام

نعت گوؤں میں سرا بھی نام ہو  
عمر ساری نعت کہتا کام ہو  
محسن انسانیت کی شان میں

نعت میرے دل پر بھی الہام ہو  
روز و شب ہر صبح ہو ہر شام ہو  
بس یہی ہے آرزو میرے خدا  
تیری قدرت سے ہو یہ نعت عطا  
عمر بھر کہتا رہوں لکھتا رہوں  
سیرت خیر البشر، شمس الفی  
مرحباً صلی علیہ وسلم  
مرحباً اے رحمۃ اللعالمین  
تیری سیرت سب حسینوں کے حقیق  
انبیاء و سب تیری منت کے ہیں

سارے دینوں پر ہے غالب تیرا دین  
شان خاتم النبیین ختم المرسلین  
شرع کامل تجھ پر نازل ہو گئی  
خیر امت اس کی حامل ہو گئی  
جانب حق دل سے مائل ہو گئی

تیرے اسوہ پر جو عالم ہو گئی  
فتح و نصرت اس کو حاصل ہو گئی  
اے امام اولین و آخرین  
اے سرارج انبیاء و مرسلین  
”روح حق“ سیر الہی کے امین

تو ہی ہے محبوب رب العالمین  
خیر امت کیوں ہے دنیا میں حنین  
کیوں اندھیری رات ہوائی دراز  
کیوں ہے ابلیسوں میں پھر راز و نیاز  
جبر و اکراہ پر ہے کیوں یہ فخر و ناز  
کیوں خلاف دین ہے یہ ساز باز  
دل حنین عشاق ہیں شاہ حجاز  
نور و ظلمت کا تنہا صم ہے سدا  
روز و شب کا ساتھ ہے از ابتدا  
تا ہو مخلص غیر مخلص سے جدا  
شرع میں کہتے ہیں اس کو ابتلا  
قلب مومن اس سے پاتا ہے جلا  
امن کا مذہب فقط اسلام ہے  
صلح کی تعلیم اس میں عام ہے  
زندگی بخشنده بس یہ جام ہے  
جبر و اکراہ سے دبا ہے حق کبھی؟  
یہ فقط ان کا خیال خام ہے  
اے شہد الاکبر تجھ پر سلام  
زہنماد و دیدہ در تجھ پر سلام  
راہ امن و آشتی ہموار کی  
محسن جن و بشر تجھ پر سلام  
امن کے پیغمبر تجھ پر سلام  
(محتاج دعا، خاکسار: عبد الرحیم راجھپور)

بَصْرَةَ رَبِّكَ نُوْحِيْهِ اِلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ  
(الہام حضرت سید پاک علیہ السلام)

پیشکش  
کرشن احمد، گوتم احمد اینڈ برادرز۔ سٹاکسٹ جیون ڈولیسٹر مدینہ میدان روڈ۔ بمبئی۔ ۵۶۱۰۰ (آرٹیسٹ)  
پروپرائیٹرز۔ شیخ محمد یونس احمدی۔ فون نمبر۔ 294



# آنحضرت کا جبذہ تبلیغ

از مکرم مولانا غلام باری صاحب سیف راہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ حبیب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :-

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ أَمَلْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يُعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ٥

(المائدہ آیت ۶۸)

اے رسول تیرے رب کی طرف سے جو کچھ برنازل کیا گیا ہے اُسے لوگوں تک پہنچا دے اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اپنی رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کی قوم کو ہدایت نہیں عطا کرتا۔ اس آیت میں کتنا زور اور تاکید ہے تبلیغ کے رد عمل اور خدا کی تائید اور حفاظت کا بھی ذکر ہے کہ خدا کے پیغمبر جب اس کا پیغام پہنچاتے ہیں تو انہیں دُنیا ان کے درپے آزار ہی ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب سلی وحی نازل ہوئی اور اُم المؤمنین حضرت خدیجہؓ اپنے چہاراد ورقہ بن نوفل کو بلا کر لائیں تو انہوں نے کہا ہن ! ان پر تو اسی طرح وحی نازل ہوئی ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ اور پھر کیا اے کاش میں اس دن جوان ہوتا جب آپ کی قوم اے محمد آپ کو مکہ سے نکال دے گی۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوحہ فرمایا کیا وہ مجھے نکال دیں گے ؟ ورقہ نے کہا ہاں جو پیغام آپ لے کر آئے ہیں جو بھی اس پیغام کو لایا اُسے اذیت ہو رہی

لوگ اس کے دشمن ہی بنے۔

اس لئے فرمایا اللہ آپ کی حفاظت کرے گا۔ یہ تو اس فریقہ کی بجا آوری کی وجہ سے آپ کی جان کے لاگو ہوں گے لیکن خدا آپ کو ان کے منصوبوں سے محفوظ رکھے گا۔ آپ ہر کس و نا کس تک خدا کا پیغام پہنچائیں۔ جن کی فطرت معیہ ہے وہ اس پیغام کو دل و جان سے قبول کریں گے۔ لیکن جس کی قسمت میں ہدایت نہیں۔ اس نے انکار پر کمر باندھ رکھی ہے اسے اللہ ہدایت نصیب نہیں کرے گا۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جو یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ چھپایا جو خدا نے نازل کیا۔ وہ مجھ کو ہے کہ خدائی ارشاد تھا بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ کہ جو خبری طرف نازل کیا گیا اسے لوگوں تک پہنچا دیجیے۔ (بخاری کتاب التفسیر) اور ایک لاکھ سے متجاوز صحابہ نے ۹ ذی الحج کو عرفات کے میدان میں گواہی دی کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے پیغام کو پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ واقعہ یوں ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر غمرہ مقام پر جہاں اب مسجد بنادی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ جس میں آپ نے فرمایا :-

لوگو ! شاید آج کے بعد اس مقام پر تم مجھے نہ سُن سکو۔ دیکھو کسی عربی کو بھی پر اور مائے کو گور سے پر کوئی فضیلت نہیں فضیلت ناباعت صرف تقویٰ ہے۔

اور بہت کچھ آپ نے نصائح فرمائیں پھر فرمایا :- لوگو اقامت کے دن خدا تم سے پوچھے گا۔ کیا میں نے خدا کا پیغام پہنچا دیا ؟ تین بار آپ نے یہ فرمایا۔ سنا بہ کرام صفوان اور

علیم جمیع نے جواب دیا ہاں آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا۔ تب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور کہا اے اللہ گواہ رہنا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا۔

خدا کے پیغامبر اس کا پیغام پہنچاتے ہیں اللہ بلا خوف و لومہ لا یم پہنچاتے ہیں۔ خدائی تائید اور وعدے ان کے شامل حال ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ کسی دنیوی طاقت سے مرعوب نہیں ہوتے کسی کی حیثیت انہیں اس فرض سے روک نہیں سکتی کہ ان کا تعلق مہاجرین و انصاریہ سے ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں تب توجیہ کی بناء بلند کی تو بتوں کے بخاری لات، وغیرہ کے پرستار مشتعل ہو گئے۔ سوید بن جحس آپ کے گرد جمع ہونا شروع ہوئے۔ گفادان کو بھی ظلم کا تحشہ شق بنا تے۔ وہ ہر چھوٹے بڑے پر ظلم کا حربہ آزماتے۔ اگر بلال پر سختیاں کرتے تو سیدنا ابوبکرؓ کے بھی سر اور وار بھی کے بالانچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلا آپ کی چادر سے گھونٹا۔ سر مبارک پر خاک ڈالی۔ سجدہ کی حالت میں تھے تو ظالموں نے اونٹنی کی گندی اور بھاری بھیرہ دانی آپ کی پشت پر رکھ دی۔ طعن و تشنیع کرتے۔ آواز سے کہتے مہمان ہوئے نہ وائوں کو گلوں میں گسیٹتے۔ ان کا جہم صرف یہ تھا کہ وہ کہتے تھے خدا ایک ہے لیکن یہ سختیاں انہیں توجید کے لئے کارے بلند کر رہے تھے نہ روک سکیں۔ بلالؓ کی پشت پر جب کوڑے برسے تو کوڑے کی ترائی کی آواز کے ساتھ ہی بلال کی زبان اُٹھ گئی۔ اللہ ایک ہے۔ اللہ ایک ہے کا لہر بلند کرتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگاروں اور رشتہ داروں کے پاس وہ خود کی ہوش سے گئے تیرے یہ دترہیدہ دونوں حربے

انہوں نے اختیار کیے۔ لیکن تبلیغ جاری رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا پیغام پہنچاتے ہی رہے۔ ایک روز حضرت عروہ بن زبیرؓ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن عاصؓ سے پوچھا آپ کے قریش کی سب سے بڑی مخالفت کیا دیکھی ؟ عبداللہ نے جواب دیا۔ کفار قریش ایک روز مقام حج پر اکٹھے ہوئے اور مشورے کرنے لگے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے لوگوں کو درغلاط ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتے ہیں۔ ہم نے شرابہ اس کا کچھ تدارک ہونا چاہئے۔ وہ یہ باتیں کرتے تھے کہ ادھر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ نے خانہ کعبہ کا طواف شروع کیا۔ کفار قریش ہاتھ ہلا بلالؓ کی زبان طعن دراز کر رہے تھے حضور طواف کعبہ سے فارغ ہوئے۔ تو ان کے پاس آئے۔ انہیں خدا کی توجیہ اس کی عظمت و کبریا کی باتوں کی بے بسی کا دیکھا گیا۔ وہ ہمت شکن ہو گئے۔ اگلے روز پھر وہ اکٹھے ہوئے۔ اور ان میں سے ایک باقی سب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ حبیب بات ہے تم لوگ ان کی عدم موجودگی میں ان کے خلاف باتیں کرتے ہو۔ جب وہ سامنے آتے ہیں تو تم چپ ہو جاتے ہو۔ وہ یہ باتیں کر رہے تھے کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ایک شخص ان میں سے کہہ برہا اور کہا انت الذی تقول کذا وکذا تو بے یوہ باتیں کہتا ہے آپ نے فرمایا ہاں میں ہی ہوں جو کہتا ہوں۔ اس پر اس بدبخت نے آپ کی چادر سے آپ کے گلے گھونٹنا شروع کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ماجرا دیکھا تو ان کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دریا پہنچے اور کہا اے تقویٰ بن حبیب ! یہ کہتا ہے کہ تم اس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو کہ یہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے۔ اس پر ان بدبختوں نے آنحضورؐ کو چھوڑا۔ ایک روز قریش کا ایک احمق آنحضرتؐ پر توقف ہی ایسی کرتیوں کیا کرتے ہیں۔ اس کے حضور کے سر مبارک پر خاک ڈالی حضور گھر تشریف لائے آپ کی عمارت اسی آپ کا سر دھوئی خضی اور روڑی جاتی خضی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے وہ خدا تیرے باپ کا نام سے حفاظت کرے گا۔

## پندرہویں صدی ہجری غلبہ اسلام کی صدی ہے

(ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ و ہدایت)۔  
 منجانبہ : احمدیہ مسلم شخص ۲۰۰۰ء۔ نیویارک شہر میں شہر کا ایک مسجد میں



لیکن یہ تکالیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتہ تبلیغ سے روک نہ سکیں جو ربان شام تکھا ہے۔  
 مصلحتی دین دار اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 علیہ لیس فیما یو دیون اللہ  
 نہایت پناہ پر ہے اسی اسد پر گزرنے والا۔  
 تاکہ خداوندین غالب ہو جب کفار نے حضورؐ کی یہ عزت دیکھی تو وہ ایک دن اکٹھے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب کے پاس پہنچے۔ چچا نے اپنے بھتیجے کو بھی بلایا۔  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد کو یہاں بھی بیسیج شروع کر دی آپ فرمایا:-  
 "ایک بات تمہیں کہتا ہوں اسے مان لو گے تو عرب دھج کے مالک ہو گے۔ خدا کی قسم اگر قرار کرو۔"  
 اس پر وہ اور بھی جڑ بڑ ہوئے اور حضرت ابولہب کو کہا آپ درمیان سے ہٹ جائیں ہم خود ہی ان سے نمٹ لیں گے۔  
 چچا نے ان کے یہ مورد دیکھے تو کہا خاق مٹی دلی نصبت بھتیجے! مجھ پر لڑا ہے آپ پر رحم کرو۔ تب کفار قریش نے تہرے کا دوسرا پتہ پھینکا اور کہا مجھ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ کو بادشاہ بننے کی خواہش ہے یعنی بیدار بننا چاہتے ہو تو ہم عرب کا تاج آپ کو پہنانے کیلئے تیار ہیں۔ اگر دولت کے خواہاں ہو تو ہم دوزخ کے ڈھیر ہمارے قدموں میں لگائے دیتے ہیں۔ اگر حسین عورت کے طالب ہو تو عرب حسین تر عورت تجھ دینے پر آمادہ ہیں۔ تم ہمارے بتوں کی بڑائی کرنا چھوڑ دو۔  
 ہمارے پیغمبر اس مبلغ انظم نے جواب دیا:-  
 نزلنا معوا الشمس فی یہ ابی والفقہ فی یساری علی ان اتزل هذا الامر حتی یظہر اللہ و اھلک فیہ ما شرکتہ۔  
 اگر یہ میرے دہنے باوجود پورے اور بائیں پر چاند نہ کر رکھتے ہیں اور کہیں کہ میں خدا کے پیغام کو نہ پہنچاؤں تو یہ میں ہوسکتا۔ میں خدا کا پیغام پہنچانے کا خواہ مجھے یہ جان سے مار دیں۔  
 چچا نے یہ عزم دیکھا تو کہا:-  
 میرے بھتیجے جا جو تو ٹھیک سمجھتا ہے کہہ۔ خدا کی قسم میں تجھے کبھی ان کے سپرد نہیں کروں گا۔  
 بسبب کہ دونوں نے خدا کی آواز پر کاحقہ کاغذ نہ صرف تو مکہ سے جانب جنوب مشرق پانیس میل کا فاصلہ طے کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی بستی پہنچے۔ یہاں کی زمین بہت زرخیز تھی۔ لوگ خوش حال تھے۔  
 دوسرے دن یہاں ایک گھر حضورؐ نے ایک ایک گھر گھبرا کا پیغام پہنچایا۔ اور آخر میں یہاں پہنچے۔ اس مقام سردار نے اتنا زیادہ طریق اختیار کیا کہ تہی کے اوباشوں کو بھیجے۔ اور کہا اس بستی سے نکل جا!

ظالموں نے جھولیوں میں پتھر بھر لئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر پھینکے شروع کئے۔ تین میل تک انہوں نے آپ کا تعاقب کیا۔ پتھر گرنے سے میرے آقا ہولساں ہو گئے کچھ دور مکہ کے سردار عقبہ کا باغ تھا وہاں پہنچ کر خون دھویا اور درخت سے ٹیک لگا کر خدا سے یوں التجا کی۔  
 "اے اللہ! میں اپنی کمزوری و سائل کی قلت اور لوگوں کے مقابل اپنی بے بسی کی تیرے حضور شکایت کرتا ہوں۔ اے میرے اللہ! اے سب بڑھکر رحم کر دینا! کمزوروں کا قوی ہونا ہے۔ میرا تو ہی کارساز ہے۔ تو مجھے کس کے سپرد کرے گا۔ پروردگار! کیا تو نے میرا معاملہ دشمن کے سپرد کر دیا؟ اگر تو مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے ان تکالیف کی پرواہ نہیں۔ کہ تیرا اس مائیت میرے لئے وسیع ہے۔ مجھے قسم ہے تیرے روشن چہرے کی جس سے ظلمات دور ہوں اور دین و دنیا دورت ہوگی۔ تو مجھ سے ناراض نہ ہو۔ مجھے تیری رضا و کار ہے اور تیرے لئے کسی کو کوئی قوت و طاقت نہیں۔ ان ظالموں کی سختی اور ظلم کا تصور کیجئے۔ اور اس برگزیدہ رسول محبوب خدا کی عظمت کا اندازہ کیجئے وہ جو خلیق کائنات کی علت غائی ہے اس کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ ایسی حالت میں حاضر ہوتا ہے کہ کہتا ہے اے رسول! اگر آپ اجازت دیں تو طائف کے مکین جو پہاڑ کے درمیان بستے ہیں پہاڑ ٹکرا کر میں کر رکھ دوں۔ حضورؐ نے فرمایا، نہیں اور پھر دعا فرمائی۔  
 اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے۔ یہ جانتے نہیں ایک دن آسے گا یہ لوگ مجھے قبول کریں گے۔  
 بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ ابتدا دعوی نبوت میں جب یہ آیت اتری۔  
 وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ  
 اے رسول! اپنے قبیلہ اور قریبی رشتہ داروں کو انتباہ کیجئے۔ انہیں خدا کا پیغام پہنچائیے۔ تو آپ صفا ساڑی پر چڑھ گئے اور ایک ایک قبیلہ کو آواز دی۔ اے جو فلاں! اے فلاں! لوگ اکٹھے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک شکر ہے جو تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات کی تصدیق کرو گے۔ سب نے بیک زبان ہو کر کہا ہاں۔ کیونکہ ہم نے آپ کو سچ بولتے ہی دیکھا ہے۔ تب آپ نے فرمایا:-  
 میں خدا کا پیغام مبرئوں اور تمہیں اس کا پیغام پہنچاتا ہوں۔ اگر اس پر کان نہ دھرو گے تو تباہ و برباد ہو گے۔ اس پر ابولہب نے کہا۔ تیرا جو تو ٹھیک ہو

کیا تو نے اس لئے ہمیں جمع کیا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:-  
 قَبْلَتْ بِہِ آآیِ لَہِبٍ وَتَبَّ  
 آپ کی طاقت کا خواہاں ابولہب خود ملاک و برباد ہو گا۔ اس کی بیوی کا رستہ سے گلا گھونٹا جائے گا۔  
 چنانچہ خدا کی یہ بات پوری ہوئی وہ دونوں ہی برباد ہوئے اور ان کے بچے کو با شیر نے چھاڑ لھایا۔  
 خدا کے پیغام صرف پیغام ہی نہیں پہنچاتے وہ اس پیغام کی کامیابی کیلئے ہر قسم فراتے ہیں وہ اپنے پروردگار سے ان کی ہدایت کے لئے دعا بھی کرتے ہیں۔  
 حضرت عمرؓ آپ کی دعا کے نتیجے میں سلمان ہوئے ایک رات پہلے آپ نے خدا سے یہ دعا کی تھی۔ اے پروردگار! یا ابولہب کو اسلام سے مشرف فرما یا عمر بن خطاب کو۔ اور پھر تاریخ گواہ ہے عمرؓ کس ارادے سے گھر سے نکلے اور کیا بن کر گئے اور ان کے ذریعہ پھر اسلام اور مسلمانوں کو کیا تقویت پہنچی۔ ان کے اسلام لانے کے بعد پہلے روز حرم میں مسلمانوں نے کھلے بندوں نماز ادا کی۔  
 ابوسریرہؓ کی والدہ آپ کی دعا سے مسلمان ہوئیں۔ وہ ابوسریرہؓ کی تبلیغ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نکالیاں دینے لگ جاتی۔ ایک روز انہوں نے اس ضمن میں ابوسریرہؓ کی کچھ زیادہ ہی دلآزاری کی۔ ابوسریرہؓ حضورؐ کی خدمت میں شکایت لے کر آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے پروردگار! ابوسریرہؓ کی ماں کو ہدایت نصیب فرما۔ ابوسریرہؓ گھر آئے تو کوڑ بند تھے۔ اندر سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی۔ ماں نے دروازہ کھولا تو کہا۔  
 اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَللّٰہُ  
 وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ  
 ابوسریرہؓ کا قبیلہ دوسرے آپ کی دعا سے ہی مسلمان ہوا طفیل دوسری ان کے لئے بددعا کرانے آیا تھا کہ حضورؐ یہ اسلام قبول نہیں کرتے حضورؐ نے دعا کی یا اللہ دوسرے قبیلہ کو ہدایت دے اور انہیں لے آ اسلام کی آغوش میں۔ اور اگلے سال دوسرے ستر آدمی طفیل کے ساتھ اسلام لانے کے لئے مدینہ آئے۔  
 مامورین کی سب سے بڑی کوشش دعا ہی ہوتی ہے جب وہ دعویٰ تدبیر اختیار کر چکے ہیں تو پھر وہ دعا پر کمر باندھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسانے بیت المقدس بنوایا تھا اور آپ نے ٹھیک ہی تو فرمایا تھا:-  
 "وہ جو عرب کے یہاں بانی ملک میں ایک نبی باہر آکر لاکھوں مرنے پھوڑے دور میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے پڑے ہوئے الٹی رنگ

پکڑ گئے۔۔۔۔۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں شور مچا دیا۔ (مرکات الدعاء ص ۱۸) آپ نے بادشاہوں کو بھی خدا کا پیغام پہنچایا۔ گداؤں کو بھی غریبوں کو بھی۔ دولت مندوں کو بھی۔ غلاموں کو بھی آقاؤں کو بھی۔ مردوں کو بھی عورتوں کو بھی۔ بچوں کو بھی بوڑھوں کو بھی۔ آنحضرتؐ نے تبلیغ اسلام کے لئے بادشاہوں کو خط لکھے، ایلچیوں کے ذریعہ بھیجوائے۔ جس شہنشاہی و کھائی وہ خدا کے غضب کا شکار ہوا جس نے قبول کیا یا ہمدردی کا رویہ اختیار کیا خدا نے اس سے رحم کا سلوک فرمایا۔ آپ کے جذبہ تبلیغ کا اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ان الفاظ میں ذکر فرماتا ہے:-  
 لَعَلَّکُمْ بَاخِعٌ مُّقْتَدِرٌ  
 نِکُوْا اَمْوٰہِیْنِیْنَ۔ (شوراء: ۱۲)  
 کہ ان کے ہدایت نہ پانے کی وجہ سے شاید آپ اپنی مساعی میں جان کھو بیٹھیں۔ عزیز و اب تکمیل دین ہو چکی اب تکمیل اشاعت دین کا دور ہے اور یہ اشاعت اسلام کا غلبہ خدا کی تقدیر ہے جو خدا کی تائید نیک نمونہ دعائوں، حسن اخلاق، خدمت خلق اور ہمدردی یعنی نوع انسان اور محبت سے کی جائے گی۔ اسلام کی ترقی کیلئے یہی طریق اختیار کرنا ہو گا جو صحابہؓ اور ہمارے آقاؐ نے اختیار فرمایا۔  
 اے پیارے امام کے یہ الفاظ ہمیشہ سامنے رکھو جو اپنے شہیدانہ ڈاکٹر منظر شہید کی شہادت پر فرماتے۔  
 "تبلیغ اسلام کی جو جوت میرے مولا نے میرے دل میں جگائی ہے اور آج ہر لڑکا احمدی سینوں میں یہ کوئلہ رہی ہے اس کو بچھنے نہیں دینا۔ اس کو بچھنے نہیں دینا۔ ہمیں خدا کے واحد لیگانہ کی قسم اس کو بچھنے نہیں دینا۔ اس مقدس امانت کی حفاظت کرو۔  
 میں خدا کے ذوالجلال والاکرام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم اس شمع نور کے امین بنے رہو گے تو خدا سے کبھی بچھنے نہیں دے گا۔ یہ کوئلہ تیرگی اور پھیلنے کی اور تمام تاپکیوں کو اجالوں میں بدل دے گی۔  
 پروردگار! ہم تیرے کمر در بندے تجھے بھیک مانگتے ہیں کہ اسلام کی جو جوت ہمارے آقا کے دل میں ٹوٹے اپنے رفیقوں سے جگائی۔ ہمارے سینوں میں بھی وہ آگ روشن کر دے۔ تبلیغ کے لئے جو درد اور تڑپ آپ کے مقدس دل میں ہے۔ اس میں سے ہمیں بھی حقہ عطا فرما! تائیرے دین ستین کی کاحقہ اشاعت کر سکیں۔ آمین یا رب العالمین۔"



قسط دوم (آخری)

# زمبابوے مذہب کے سنسنی خیز انکشافات

## کیا عالم اسلام اب بھی خاموش تھا شائی بنا رکھے گا؟

از مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مؤرخ احمدیت - ربوہ

### شرمناک افتراء پروازیاں

”ہم انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی کہ :-  
مَسْتُكُونُ فِي اٰخِرِ الزَّمَانِ  
وَيَأْتِيَنَّكُمْ  
مِنْ الْاَحَادِيثِ مَا لَمْ  
تَسْمَعُوْا -“

کہ آخری زمانہ میں دجال اور جھوٹے لوگ پیدا ہو جائیں گے۔ جو تم مسلمانوں کے سامنے ایسی باتیں پیش کریں گے کہ جو تم نے سنی نہ ہوں گی۔

اس حدیث کا شرح میں علامہ محمد ہاشم گجراتی اپنی مشہور کتاب ”محج عوارا لافوار“ میں لفظ ”دجال“ کے ماتحت لکھتے ہیں  
اَيُّ جَمَاعَةٍ مُّرَدُّوْنَ  
يَقُوْنُوْنَ نَحْنُ سُلَامَا وَدُشْمَانَا  
نَدْعُوْكُمْ اِلَى الدِّيْنِ وَهَمَّ  
كَادُوْنَ فِيْهِ وَيَخْدُوْنَ  
بِاَكْاَدِيْبِهِ وَيَسْتَدْعُوْنَ  
اَحْكَامًا بَاطِلَةً وَاَعْتِقَادًا  
فَاسِدَةً فَيَايَاكُمْ دَايَاكُمْ  
اَيُّ اَحَدٍ رَدَّ هَمَّ

اس حدیث میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کا پیشہ یہ ہو کہ وہ جھوٹی باتیں بنا دیں وہ نہیں گے کہ ہم علماء اور مشائخ ہیں ہم تمہیں دین کی طرف دعوت دیتے ہیں حالانکہ وہ اس امر میں بھی جھوٹ بول رہے ہوں گے۔ وہ جھوٹی باتیں بیان کریں گے اور باطل احکام گھڑیں گے اور فاسد عقائد پیش کریں گے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمانو! ان سے بچ کر رہنا۔

زیر نظر رسالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کے ظہور کا ثبوت ہے بطور نمونہ چند شرمناک مفتریات کا ذکر کیا جاتا ہے :-

(رسالہ صفحہ ۸) پر پہلا افتراء :- یہ کیا گیا ہے کہ احمدی حضرت مرزا صاحب کو افضل الرسل سمجھتے ہیں یہ اس حدیث کا غائب سب سے بڑا بہتان ہے جو باندھا گیا ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا واضح بیان ہے کہ :-

”میرا مذہب یہ ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ کیا جاتا اور کل نبوہ جو اس وقت تک گزر چکے تھے سب کے سب اکٹھے ہو کر وہ کام اور املاک کرنا چاہتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کرنا شروع کر سکے۔ ان میں وہ دل وہ قوت نہ تھی جو ہمارے نبی کو ملی تھی۔ اگر کوئی کہے کہ یہ نبیوں کا عصارہ اللہ خود ادبی ہے تو وہ نادان مجھ پر افتراء کرے گا۔ یہ نبیوں کی عزت اور حرمت کرنا اپنے ایمان کا جزو سمجھتا ہوں لیکن باوریم کی تفصیلت کل انبیاء پر میرے ایمان کا جزو اعظم ہے۔ اور میرے رگد ریشہ میں ملی ہوئی بات ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں کہ اس کو نکال دوں۔ بل نصیب اور آنکھ نہ رکھنے والا مخالف جو چاہے سو کرے۔ ہمارے نبی سلم نے وہ کام کیا ہے جو نہ الگ الگ اور نہ مل کر کسی سے ہو سکتا تھا۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔

ذَلِكُمْ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ  
(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۱۷۲)

در اصل بات یہ ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا ایک الہام ہے : ”آسمان سے کئی تخت اترے مگر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا۔“

اس الہام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی سے اخفلیت کا دعویٰ نہیں بلکہ اس زمانہ کے سربراہان مملکت سے روحانی اقتدار میں بڑھ کر ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ امام الزمان کی روحانی حکومت کا تخت اپنے دور کا مادی حکومتوں سے یقیناً اونچا ہوتا۔

مگر مصنف رسالہ نے اس واضح حقیقت کے باوجود بعض افتراء سے کام لیا ہے اور اس الہام پر عذرانہ قائم کر ڈالا کہ : ”مرزا افضل الرسل“ فلعنة اللہ علیہ المکذبین۔

دوسرا افتراء :- احمدیہ اس زمانہ کے وہ بطل جلیل ہیں جنہوں نے بی شریعت مادی فرمائی ہے کہ قرآن مجید کا ایک نقطہ اور شمشہ بھی قیامت تک منسوخ نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ فرمایا :-  
”قرآن مجید قائم الکتب ہے۔ اس میں اب ایک شمشہ یا نقطہ کا کمی بیشی کی گنجائش نہیں ہے۔“ (ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۲۲۵)  
”قرآن کا ایک نقطہ یا شمشہ بھی اولین اور آخرین کے مجموعی حسلہ سے ذرہ سے نقصان کا اندیشہ نہیں رکھتا۔ وہ ایسا پتھر ہے کہ جس پر گرے گا اس کو پاش پاش کر دے گا۔ اور جو اس پر گرے گا وہ خود پاش پاش ہو جائے گا۔“  
(آئین کمالات اسلام صفحہ ۵۵ تا ۵۶)

نیز فرمایا :-  
”اب کوئی اور کلمہ یا کوئی اور نمنا نہ نہیں ہو سکتی جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے۔ اس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی جو اس کو چھوڑے گا جہنم میں جا دے گا۔ یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے۔“

(ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۲۵۲)  
اس واضح اور دو ٹوک عقیدہ کو جانتے بوجھتے ہوئے رسالہ ہذا کے صفحہ ۱۹ تا ۱۹ میں نہایت بے شرمی سے یہ افتراء کیا گیا ہے کہ نبوت محمدیہ احمدیوں کے نزدیک بہائیوں کی طرح عملاً منسوخ اور بیکار اور معطل ہو گئی ہے اور قادیانہ عقیدہ کے مطابق صرف مرزا قادیانی ہی پیر دی ہی مدار نجات ہے۔

اس افتراء کے غلطی کو صحیح ثابت کرنے کے لئے اربعین ۱۲۷۱ کے بعض ادھوئے اقتباسات کا سہارا لیا گیا ہے۔ حالانکہ ان کے بعد یہ عبارت موجود ہے کہ :-

”ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے تاہم خدا تعالیٰ نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور ماحور سے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو جھوٹی گواہی نہ دو۔ زنا نہ کرو۔ خون نہ کرو۔ اور ظاہر پر یہ کہ ایسا بیان کرنا بیان شریعت ہے جو سچ موجود کا بھی کام ہے۔“ (اربعین ص ۷)

تیسرا افتراء :- ملفوظات جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۷ سے یہ عبارت نقل کی گئی ہے کہ :-  
”ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لئے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں آتا۔ اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر بھی اس کو مردہ کو ٹھہراتے۔“

یہ الفاظ بائبل دہل اعلان کر رہے ہیں کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ دیگر تمام مذاہب عالم کے بالقابل اسلام کو واجب زندہ مذہب کی حیثیت سے پیش فرماتے ہیں۔ مگر یہ فقرہ کے بعد اپنی طرف سے ”جساکہ دین اسلام“ کے الفاظ کا اضافہ کر کے یہ افتراء کیا گیا ہے کہ مرزا اللہ حضور کے نزدیک اسلام بھی مردہ مذہب ہے۔ حالانکہ یہ سراسر بے بنیاد ہے۔ حضور کا یہ کارنامہ ہمیشہ یادگار ہے کہ جہاں خشک ٹلاں اسلام عملاً مردہ دین سمجھے بیٹھے تھے۔ وہاں آپ نے یہ بصیرت افروز اعلان فرمایا کہ :-

”میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بنادیتا ہے اور اسی قابل انسان پر علوم غیبیہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور دنیا میں کسی مذہب دانا روحانی برکات میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں دیکھ رہا ہوں کہ مجزہ اسلام تمام مذہب



مردے ان کے خدا مردے اور خود و تمام پیرو مردے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تسلوق ہو جانا بجز اسلام قبول کرنے سے ہرگز ممکن نہیں ہرگز ممکن نہیں۔

”اسناد اور تہذیب و تمدن پرستی کا کیا مزہ ہے؟ اور خدا رکھانے میں کیا لذت ہے؟ اور آدمی نہیں، متلاش کو زندہ خدا کہاں ہے۔ اور کس قوم کے ساتھ ہے۔ وہ اسلام کے ساتھ ہے۔ اسلام اور وقت موسمی کا طور ہے۔ جہاں خدا بول رہا ہے۔ وہ خدا جو بندوں کے ساتھ کلام کرتا تھا اور پھر پاپ ہو گیا۔ آج وہ۔۔۔

## ایک مسلمان

کے دل میں کلام کر رہا ہے۔ کیا تم میں سے کسی کو شوق نہیں؟ کہ اس بات کو رکھے۔ پھر اگر حق کو یاد دے تو قبول کر لے۔“ (ضمیمہ انجمِ انجم صفحہ ۶۱، ۶۲)

## چوتھا اقتراء :-

اس رسالہ کے صفحہ ۱۰۱ ”کلمۃ افضل“ کی یہ عبارت درج ہے کہ ”سیح موعود کوئی سمونی شان کا انسان نہیں ہے۔ بلکہ امت میں اپنے درجہ کے لحاظ سے سب پر فوقیت لے گا۔“ اس حوالہ کے ساتھ ایک تو از خود یہ الفاظ داخل کر دیئے گئے ہیں : ”بلکہ خود محمد رسول اللہ کی بعثت پر بھی دوسرے یہ سرخی قائم کر دی گئی ہے۔ کہ ”بلکہ“ محمد رسول اللہ سے بڑھ کر خدا کا یہ بالکل اقتراء ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مقدس میں گستاخی بھی ۱۱ جو یہودیہ یا یہودیہ کی بدترین شان ہے۔

## پانچواں اقتراء :-

حضرت بانی ۱۰۱ کے احادیث نے خطبہ الہیہ میں لکھا ہے کہ اسلام بان کی مانند شروع ہو رہا تھا اور آخری زمانہ میں پودہ پودہ کی طرح پھیلنے لگا۔ اس میں غیظ الشان بشارت کا مفہوم اسی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جہاں بھی میری آیت انیونی ہو رہی ہے۔ مگر زمانہ نہ کہ گزرا ہے وہ قابلِ مہارت ہے۔ اور یہی سادہ سادہ سادہ بکار

کر یہ لکھ دیا ہے۔ کہ ”کلمۃ بعثت کے زمانہ میں اسلام ہلال کی مانند تھا۔ جس میں کوئی روشنی نہیں ہوتی اور ادنیٰ بعثت کے زمانہ میں اسلام بدر کمال کی طرح روشن ہو گیا۔“ رسالہ کے صفحہ ۱۱۲ پر ”الہامیہ کی ایک عبارت کا خلاصہ یہ دیا گیا ہے کہ ”مرزا قادیانی کے زمانہ کی فتح نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح نہیں سے بڑھ کر ہے۔“

یہ بھی سراسر انفراد ہے۔ جیسا کہ خطبہ الہامیہ میں ذکر ہے۔ فتح میں سے مراد یہ ہے کہ منقسم یا بوجہ دما بوجہ کے وقت اسلام کو آسمانی تائید و نصرت حاصل ہوگی۔

## چھٹا اقتراء :-

رسالہ کے صفحہ ۲۱ پر ضمیمہ برائیں احمد جعفریہ صفحہ ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۸۳ کی عبارتوں کو درج کرنے میں نہایت درجہ دجل و فریب سے کام لیا گیا ہے جنہوں نے ان مقامات پر بھی اسلام کے زندہ مذہب ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ اور باقی مذاہب کو لعنتی اور قابلِ نفرت بتلاتے ہوئے تحریر فرمایا ہے : ”میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں مجھ سے زیادہ بیزاری سے مذہب سے اور کوئی نہ ہوگا میں ایسے مذہب کا نام شیطان مذہب رکھتا ہوں نہ کہ رحمانی۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ایسا مذہب جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور اندھا رکھتا ہے۔ اور اندھا ہی مانتا اور اندھا ہی قبر میں لے جاتا ہے۔ مگر میں ساتھ ہی خدا کے کریم و رحیم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اسلام ایسا مذہب نہیں ہے۔ بلکہ دنیا میں صرف اسلام ہی یہ خوبی اپنے اندر رکھتا ہے کہ وہ ہر طرح کی اور کمالی شایع ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات الہیہ سے مشرف کرتا ہے۔ اسی وجہ سے تو حدیث میں آیا ہے کہ ”میں نے دنیا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا ہے۔“

یہ بھی سراسر انفراد ہے۔ جیسا کہ خطبہ الہامیہ میں ذکر ہے۔ فتح میں سے مراد یہ ہے کہ منقسم یا بوجہ دما بوجہ کے وقت اسلام کو آسمانی تائید و نصرت حاصل ہوگی۔

بنیوں سے شائبہ دی ہے۔ یہ تو ہے مکمل عبادت لیکن مصنف رسالہ نے یہی سطور کے سوا باقی پوری عبارت کو گورے مغز کی طرح اور جان بھر جان بوجھ کر چھوڑ دی اور خلاصہ یہ پیش کیا کہ ”قادیانیوں کے نزدیک مرزا قادیانی کی نبوت کے بغیر دین اسلام محض نقصوں کہا نیوں کا مجموعہ، لعنتی، شیطانی اور قابلِ نفرت ہے۔“ اس اقتراء پر انہوں نے بالکل واضح کر دیا ہے کہ خداؤں کا طعنا اسلام کا چھپا دشمن ہے۔ اور آنحضرت اور اسلام کو مخالفتِ احویت کی آڑ میں اٹھلے بندوں گالیاں دے رہا ہے۔

المحدثات ۱۱۲ پر دہرستہ نے لکھا : ”انوس ہے کہ ان مولویوں پر جن کو ہم ہادی رہبر درشتہ الانبیاء سمجھتے ہیں ان میں یہ نفسانیت یہ شیطانت بھری ہوئی ہے۔ تو پھر شیطان کو کس نے برا بھلا کہنا چاہیے۔“

## بزرگانِ امت سے بغاوت

آخر میں یہ بتلانا بھی ضروری ہے کہ یہ رسالہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے ایک کھلا چیلنج اور زبردست خطرہ کا لام ہے۔ وجہ یہ کہ فقہ پرورد علماء نے اس میں نظریہ بروز و قنانی الرسول اور نظریہ الہام مہدی موعود کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ حالانکہ ان دونوں نظریات کی بنیاد قرآن و حدیث پر ہے اور امت مسلمہ کے اکابر صوفیاء اہل اللہ اور جلیل القدر بزرگوں نے اپنے دماغی یا بیانات کے ذریعہ ان پر پرتھو تھو ثبوت کر دی ہے اور ان کی دفاحت بھی وہی فرمائی ہے۔ جو حضرت باز سید احمد علیہ السلام کے قلم سے مذکور ہے اس اعتبار سے ہم ڈنکے کی جوت کہہ سکتے ہیں کہ یہ رسالہ اسلامی نظریات میں نقب زنی اور ان کے عیاں میں کرنے کی لڑہ خیز سازش ہے۔ جس کی زد میں ملت اسلام کے وہ سب عظیم بزرگ آگئے ہیں۔ جن کا وجود آیت رحمت تھا۔ اور جن کا خاکسار ہوا ہم سب۔ لہذا ان کیلئے باعث سعادت ہے۔

ہم اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے دو انگ انگ عنوانوں کے تحت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ضروری اقتباسات برقیہ قارئین کرتے ہیں :-

## نظریہ بروز و قنانی الرسول

(۱) حضرت نوٹ اعظم سید عبدالقادر جیلانی ”اکثر فرمایا کرتے تھے :- ہذا وجود جدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم لا وجود جبہ القادر (رگدستہ کلمات صفحہ ۸ مفتی غلام سرور صاحب مطبوعہ افتخار دہلی) میرا وجود میرے دادا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہے۔ جبہ القادر کا وجود نہیں۔“ ایک بار اپنے مرید سے فرمایا : ”اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَکْبَرُ“ رسول اللہ۔ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں محمد رسول اللہ ہوں؟ مرید نے اس کی تائید کی۔ (۱) لکادہ صفحہ ۴ (مولوی محمد عالم آسی امرتسر)

۲۔ حضرت بایزید بسطامی مشہور صوفی سے پوچھا گیا۔ کہتے ہیں : ابراہیم موسیٰ اور محمد خدا کے برگزیدہ بند ہیں۔ فرمایا : ”میں ہوں۔“ تذکرۃ الاولیاء باب ۱۱ صفحہ ۱۲۸ ناشر برکت علی اینڈ سنز لاہور ) ۳۔ ہندوستان کے تھاکر چشتی بزرگ حضرت شاہ نیاز احمد فرماتے ہیں : عیسیٰ مریم بنم احمد ہاشمی منم عیسیٰ مریم بنم ہوں احمد ہاشمی ہوں ۴۔ شہرہ آفاق صوفی دعا و عرف ربانی حضرت عبدالکیم الجیلانی اپنی کتاب الانسان الکامل جلد ۱ صفحہ ۴۸ پر ارشاد فرماتے ہیں :-

”کیا تم نے اس پر غور نہیں کیا۔ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شبلی کی صورت میں ظہور فرمایا۔ تو آپ نے ایک شکر گاہ سے جو صاحبِ کھٹہ تھا۔ فرمایا گواہی دے کہ میں شبلی اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً تو اللہ کا رسول ہے۔ یہ کوئی ناہنراہ بڑی بات نہیں ہے۔ یہ اس خرافات ہے۔ جیسا کہ ایک سویا ہوا اپنے آپ کو دوسرے آدمی کی شکل میں دیکھتا ہے۔“

۵۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے حضرت والد اپنی کتاب انفا من العارفین صفحہ ۱۰۳ پر لکھتے ہیں : ”کاتب المحرف نے حضرت والد ماجد کی روح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کے





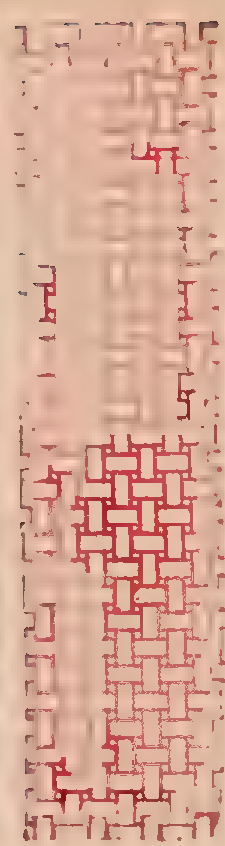
# حُضُورِ اَبِدَہ اللہ تعالیٰ کے بابرکت دَوْرۂ مَغْرِبِی جَرْمَنی کی چَند جہاکیں



ہیملبرگ پیرس کالفرنس — منعقدہ ۱۹ ستمبر (ستمبر)

حضورِ فد کی بائیں جانب مکرم ہدایت اللہ صاحب جلیل بحیثیت ترجمان، بائیں جانب مکرم عبداللہ واگس آؤر صاحب اہل جماعت مغربی جرمنی، مکرم ملک منصور احمد صاحب غفر علیہ  
اچانہ مغربی جرمنی، مکرم لائق احمد صاحب منیر علیہ ہیملبرگ مشن اور سامنے مختلف خبر رساں ایجنسیوں کے نمائندے دکھائی دے رہے ہیں۔





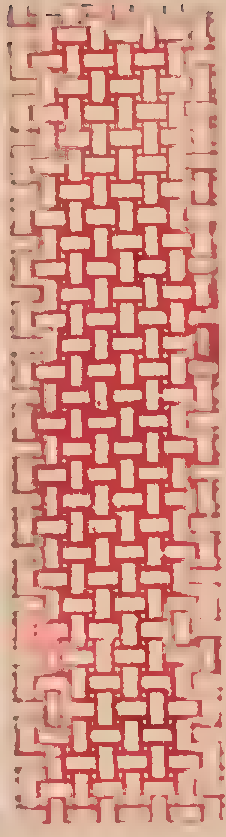
## نیا یورپین مرکز ناصر باغ

(GROS GERAN)  
۲۲ بوک (ستمبر)

(۱) نئے مرکز کی افتتاحی تقریب میں حضور  
انور خطاب فرما رہے ہیں۔ (۲) مجلس  
علم و عرفان میں حضور پرنور کی بائیں جانب  
مکرم عرفان احمد صاحب (آنٹن) اور مصر کے  
مکرم مصطفیٰ اثبات صاحب بحیثیت ترجمان  
دکھائی دے رہے ہیں۔ (۳) مکرم ملک  
منصور احمد صاحب عمر مبلغ انچارج۔ مکرم  
عبد اللہ وائس باؤزر صاحب امیر جماعت  
اور بعض عہدیداران و اجاب جماعت کے  
ساتھ۔ (۴) مکرم بشیر احمد صاحب بشیر  
مکرم ملک منصور احمد صاحب عمر، مکرم  
عبد اللہ وائس باؤزر صاحب اور بعض  
عہدیداران جماعت کی معیت میں۔  
(۵) مجلس علم و عرفان میں حضور پرنور  
کی دائیں جانب مکرم امیر صاحب جماعت  
مغربی حسرتی اور مکرم ملک منصور احمد  
صاحب عشر مبلغ انچارج۔  
(۶) مکرم نواب منصور احمد خان صاحب  
وکیل التبشیر اور بعض اجاب جماعت  
سے گفتگو فرماتے ہوئے۔







## ہالی ڈے رانس فرینکفرٹ ۲۳ تبوک (ستمبر)

- (۱)۔ استقبالیہ تقریب میں انڈین کونسلٹ سے محو گفتگو۔
- (۲)۔ اس تقریب میں آئے ہوئے بعض معززین مشہر۔
- (۳)۔ حضور انور حاضرین کے سوالوں کے جواب دیتے ہوئے۔ دائیں طرف محرم ہدایت اللہ صاحب جمیل، بحیثیت ترجمان اور بائیں طرف محرم عبد اللہ واگس باور صاحب و محرم ملک منصور احمد صاحب عمر بیٹھے ہیں۔
- (۴)۔ ایک جسٹس جوائے سے گفتگو فرماتے ہوئے۔
- (۵)۔ سٹیپن کے کونسلٹ ہزل سے استقبالیہ تقریب میں ملاقات۔
- (۶)۔ فسرینکفرٹ کے نامور وکیل مسٹر ویٹے (WENTE) کے ساتھ تبادلہ خیالات۔







ہالی ڈے انٹرنیشنل (۱)۔ حضور پر نور بعض عرب نوجوانوں کے استفسارات کا جواب دے رہے ہیں۔ (۲) چیکو سلواکیہ کے پہلے نواحی مسلمان نداء الظفر (باری) فرینکفرٹ سے گفتگو فرماتے ہوئے۔ (۳) و (۴) استقبالیہ تقریب ہی کے دو مناظر:



میونخ پریس کانفرنس۔ ۲۵ اکتوبر (ستمبر)

حضور انور کی دائیں جانب مکرم ملک منصور احمد صاحب عمر مبلغ انچارج مغربی جرمنی اور بائیں جانب مکرم ہدایت اللہ صاحب جمیل ترجمانی کے فرائض انجام دے رہے ہیں

تصاویر کی فراہمی اور ان کی طباعت کے سلسلہ میں مخلصانہ تعاون کے لئے ادارہ مکرم ملک منصور احمد صاحب عمر مبلغ انچارج اور مکرم صاحب پریس سیکرٹری جماعت احمدیہ فرینکفرٹ (مغربی جرمنی) کا ممنون ہے۔ رَقَبَٰزَاهُمَا اللّٰهُ تَعَالٰی (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)







# حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب

شمعِ احمدیت کے پروانوں کے لئے ایک قابل رشک اور قابل تقلید نمونہ

مکرم مولوی محمد احسان صاحب غوری مدرسہ احمدیہ قادریانہ یہاں اجلاس انصار اللہ مرکزیہ کے موقع پر پیش کیا۔ (ادارہ)

حضرت رسول مقبول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے متعلق فرمایا کہ ”أَصْحَابِي كَالنَّجْمِ بَآيَهُمْ أَتَدْرِي كَيْفَ أَهْتَدَى إِلَيْكُمْ“ (مشکوٰۃ، باب مناقب الصحابہ) جیسے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی تم پیروی کرو ہدایت پا جاؤ گے اسی طرح ترمذی شریف میں ایک حدیث درج ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”مَثَلُ أَقْبَىٰ مَثَلِ الْفَطْرِ لَا يُدْرِي أَرَأَيْتُمْ خَيْرٌ أَمْ خَيْرٌ“

کہ میری امت کی مثال اُس بارش کی مانند ہے جس سے بارہ میوے پھینکے گئے ہیں کہا جاسکتا کہ اس کا پہلا سہم بہتر ہے یا آخری جھٹہ۔ گویا اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بختِ ثانیہ کا بڑا ایک کئے نظر اور برزخ کا ان حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ذریعہ ہونا مقدر تھی ذکر کرتے ہوئے سچ موعود مہدی مسعود کے مبارک عہد میں ایمان لانے والے اور آپ کے انفاخِ قدسیہ اور آپ کی تربیت سے فیضیاب ہونے والے صحابہ اور ان کے مقام کا بھی ذکر فرمایا ہے چنانچہ حضرت سچ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اشارہ میں فرماتے ہیں:۔

سچ دقت اب دنیا میں آیا  
خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا  
مبارک وہ جواب ایمان لایا  
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

وہی نئے دن کو ساقی نے پلا دی  
فَسْبَحَانَ الَّذِي أَخَذَ الْأَعْدَى  
آج کی مجلس میں گلستانِ احمد کے  
اُس گلِ رعنا کے کچھ اوصاف رنگ و بو کا  
ذکر کرنا چاہتا ہوں جو یک ستمبر ۱۹۸۵ء کو  
اس ارضی و عارضی جنت سے توڑا گیا  
اور یقین کامل ہے کہ رب غفور کے فضل و  
کرم سے جنتِ الخلد کی زینت بنالیا  
گیا ہوگا۔ کما وَعَدَ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى  
”وَلَيَعْنُ خَلْفَ مَقَامِ رَبِّهِ جَنَّاتُ“  
اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِمَا جَعَلَ مَثْوًى فِي  
جَنَّتِ النَّعِيمِ۔

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ کی زندگی ہمارے لئے دینی اور دنیاوی دونوں لحاظ سے ایک قابل تقلید نمونہ ہے۔ دنیاوی لحاظ سے اس دنیا میں بڑے بڑے نامور انسان گزرے ہیں اور آج بھی موجود ہیں۔ بڑے بڑے سائنس دان ہوئے۔ بڑے بڑے سیاست دان ہوئے۔ وسیع و عریض سلطنتوں کے بادشاہ بھی ہوئے۔ لیکن دنیاوی مناصبِ جلیلہ اور دنیاوی اقتدار اور وجاہتوں کے ساتھ ساتھ خوفِ خدا سے لرزاں و ترساں رہنا۔ تقویٰ نصیب ہونا اور عجز و انکسار کا پیکر بننا اور خدمتِ خلق اور خدماتِ دینیہ کی سعادت کا عطا ہونا، ایک خارقِ عادت نشان اور ایک معجزہ سے کم نہیں۔

حضرت سچ موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت سے معجزات دکھائے۔ آپ نے اپنے صحابہ کے اندر جو پاکیزہ انقلاب پیدا

کر دکھایا وہ بھی ایک عظیم معجزہ ہے۔! حضرت چوہدری صاحب کے والد حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت حسین بی بی صاحبہ بھی صحابیہ تھیں اور خود آپ کو بھی صحابی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت چوہدری صاحب کو دنیوی لحاظ سے جو اعلیٰ منصب عطا فرمایا تھا، اس کی خوشخبری کئی سال قبل آپ کی والدہ ماجدہ کو جو صاحبِ کشف و رؤیا بزرگ تھیں، سنائی تھی اور روحانی لحاظ سے جو تقویٰ کا مقام آپ کو عطا ہونا تھا، اُس کی بشارت آپ کے والد ماجد کی زبانی ایک بزرگ صحابی حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجسکی کے واسطے سے سنائی تھی۔ چنانچہ بہت عرصہ پہلے آپ کی والدہ ماجدہ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کشفی نگارہ میں یہ پرشکوہ الفاظ دو مرتبہ سنائے گئے کہ

”ہوگا حقیف جسٹس ظفر اللہ خان نصر اللہ خان کا بیٹا“

اگر آپ (مستند) ہندوستان کی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس بننے تو تب بھی۔ اور اگر پاکستان کی سپریم کورٹ کے چیف جسٹس بننے تب بھی یہ مبشرِ رؤیا پوری ہو جاتی۔ لیکن ایسا اتفاق ہوا کہ برصغیر میں باوجود امکانات ہونے کے آپ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کے عہدہ پر فائز نہیں ہوئے جبکہ اہم ذراتوں تک کے عہدہ پر فائز رہنے کا آپ کو موقع ملتا رہا۔ دراصل خدا تعالیٰ نے اس سے بھی بہت

اعلیٰ و ارفع منصب کی اس رؤیا میں بشارت دی تھی اور وہ اس رنگ میں پوری ہوئی کہ آپ عالمی عدالتِ انصاف کے قاتر اور دفعہ چیف جسٹس منتخب ہوئے۔

جو تقویٰ کا مقام آپ کو عطا ہوا وہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجسکی کے اس کشف سے عیاں ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔ ”جب جناب چوہدری صاحب ہندوستان کی مرکزی حکومت کے رکن کی حیثیت میں دہلی میں مقیم تھے تو میں نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ حضرت چوہدری نصر اللہ خان صاحب آپ کی کوٹھی کے برآمدہ میں کھڑے ہو کر قرآن کریم سے سورہ یوسف تلاوت فرما رہے ہیں اور بلند آواز سے کہتے ہیں میرا یوسف۔ میرا یوسف اور اشارہ چوہدری محمد ظفر اللہ خان کی طرف کرتے ہیں۔ (حیاتِ قدسی حقیقہ پنجم) اس کی عملی تاویل سے تصدیق اور کوہی بھی سن لیجئے۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے مادیت کے مرکز لندن جیسے شہر میں حضرت چوہدری صاحب کا گزر بسر کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

”لندن شہر اس وقت زب و زینت اور دلکشی میں مصرعے بڑھا ہوا ہے لیکن چوہدری ظفر اللہ صاحب اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح تقویٰ اور طہارت کا نمونہ پیش کر رہے ہیں“

(بحوالہ نامہ انصار اللہ ربوہ ستمبر ۸۵ء) یہ دو بشارتیں اور ان کے پورا ہونے کا ثبوت میں نے اس لئے پیش کیا ہے کہ حضرت چوہدری صاحب کی دینی و دنیاوی ترقیات کا نقشہ اس میں بیان کر دیا گیا ہے۔ دنیاوی اعزاز کی بشارت آپ کی والدہ کے ذریعہ ملی تو روحانی اعزاز کی بشارت والدہ بزرگوار سے ملی۔ اس میں ہمارے لئے یہ سچ ہے کہ ہمیں اگر اپنی دنیا دہ عاقبت سنوارنے کی تمنا ہو تو سب سے پہلے والدین کی اطاعت و خدمت کرنا اور ان کی نیک دعاؤں سے مستفیع ہونا

”فتح اور کامیابی ہمارا مقدر ہے“ ارشاد حضرت نذیر الدین رحمہ اللہ

احمد الیکٹرانکس، گڈلک الیکٹرانکس

کورٹ روڈ۔ اسلام آباد (دکشیہ)

احمد الیکٹرانکس، گڈلک الیکٹرانکس

کورٹ روڈ۔ اسلام آباد (دکشیہ)

ایمپائر ریڈیو۔ ٹی وی۔ آڈیو۔ وینکون اور ایسٹرن کیل اور سکس۔

ملفوظات حضرت سچ پاک علیہ السلام

- بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو، نہ ان کی تحقیر۔
- عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو، نہ خود غائی سے ان کی تذلیل۔
- امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو، نہ خود پسندی سے ان پر تکبر۔

(کشتی نون)

MOOSA RAZA SAHEB & SONS

NO. 6, ALBERT VICTOR ROAD, FORT.

GRAM - MOOSA RAZA

PHONE - 605558

BANGALORE - 2.



نہایت ضروری اور بنیادی امر ہے حضرت چوہدری صاحب نے اپنے والدین کی کس رنگ میں اطاعت و فراہم داری کی اور آپ بزرگ والدین نے کس قدر محنت اور جانفشانی تدارک اور شبانہ روز دعوں سے اس ہونہار کی مثالی تربیت کی یہ ایک علیحدہ مضمون ہے حضرت چوہدری صاحب نے بفضلہ تعالیٰ ۹۲ سال عمر پائی۔ اس عرصہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد باسعادت کے آخری چار سال دور کی برکتوں سے فیض یاب ہوئے پھر حضرت خلیفہ اولؒ کے چھ سالہ عہد خلافت میں آپ کی دواؤں اور شفقتوں کے مورد رہے۔ پھر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے انقلاب انگیز دہشتہ دور میں ۵۲ سال تک حضورؐ کی براہ راست تربیت۔ آپ کی بے پایاں شفقتوں اور غیر معمولی دواؤں سے فیض یاب ہوتے رہے۔ پھر ستر سالہ خلافتِ ثالثہ کے عہد مبارک میں ہر ابتلاء و انعامات کے دور سے بھرپور حلقہ پاتے رہے اور جب خلافتِ رابعہ کا انتخاب عمل میں آیا تو سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفہ المسیح الرابع کی خدمت میں سب سے پہلے اسی بزرگ سماں نے درست بہت بڑھایا۔ اور زندگی کے آخری سالوں تک اس عہد بہت کو نبھاتے ہوئے اپنے مولائے حقیقی کے پاس حاضر ہو گئے۔

یہ مختصر تفصیل میں نے اس لئے بیان کی ہے کہ والدین کی کفالت کے بعد جب حضرت چوہدری صاحب نے تکیہ اپنے آپ کو ان روحانی معلموں اور سرشتوں کے سیر کر دیا تو حضرت امام ہمدی علیہ السلام کی برکت اور آپ کے خلفاء کرام کی خاص توجہ اور عنایت اور دواؤں سے ان بشر خواہوں نے حقیقت کا باطن پہنچا جو آپ کے والدین نے دیکھے تھے اور حضرت چوہدری صاحب کو اس امر کا پورا احساس تھا اور اس سے آپ کے درخت وجود کی ہر شاخ اور ہر پتہ پر برسم نظر آتا تھا۔ چنانچہ ایک نکلے نکلے نشان برہنہ میں بی بی کے لئے نمائندہ نے آپ کے اظہار دلیلیتے ہوئے بڑے بہتہ ایک سوال کیا کہ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا انعام واقعہ کونسا ہے؟ تو آپ نے بغیر کسی توقف کے فوراً جواب

دیا کہ میری زندگی کا سب سے بڑا واقعہ یہ تھا جب میں اپنے والدہ کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میری نظر پر آپ کے مبارک چہرہ پر پڑی۔

اسی طرح آپ اپنی کتاب تحیث نعمت میں بیان فرماتے ہیں:-

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیت کا شرف حاصل ہونا اپنے لئے سعادت عظمیٰ شمار کرتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ یہ سعادت فیوض آسمان کے درد ازل کے ٹھنکنے کا موجب تھی..... (پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شفقت اور توجہ ایک بہت بڑا انعام تھی۔ آپ کا ارشاد ”میاں ہم نے تمہارے لئے بہت بہت دعا میں کی ہیں“ کس قدر انعامات اور فیوض کی خوشخبری تھا..... پھر نصف صدی سے زائد عرصہ کے دوران حضرت مسیح موعودؑ کی انسانی روحانی طرف سے من الطاف اکرام جس شفقت و محبت جس توجہ اور احسان کا ہمیں مورد یہ عاجز و اس کا اندازہ بھی خاک رکھنے ممکن نہیں..... اس نصف صدی کے دوران خاکسار محسوس کرتا تھا کہ میری زندگی ایسی ہی محفوظ ہے جیسی ایک طفلہ کب ناداں دبے بس کی زندگی اس کی ماں کی گود میں محفوظ ہوتی ہے میری زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں تھا جو حضور اقدس کی توجہ کے فیضان سے مستثنیٰ نہ ہو۔“

چنانچہ جس حاملہ انعام اللہ انکے تان نے اپنی قرار داد تعزیت میں حضرت چوہدری صاحب کی کامیاب زندگی کا مختصر مگر جامع رنگ میں تجزیہ کرتے ہوئے لکھا:-

”حضرت چوہدری صاحب کی زندگی میں اتنے تا آخر اللہ تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک نشان تھی۔ آپ کی پیدائش۔ آپ کا بچپن آپ کی تعلیم و تربیت اور آپ کا عملی دنیا میں قدم رکھنا۔ دنیاوی عزت و وجاہت

اور شہرت و بلند کی انتہا پر پہنچنے کے باوجود یہ دنیا کبھی بھی آپ کا مقصود نہ ہوئی۔ یہ بگائے روزگار اور پاکیزہ فطرت مسیح موعود کا روحانی فرزند میں شیعہ خوف خدا و محبت و اطاعت رسول قبول صلی اللہ علیہ وسلم۔ امام وقت اور ان کے خلفاء کی انتہائی فرمانبرداری و جاں نثاری کی راہوں کی طرف رواں رہا دنیا نے دیکھا کہ دین کی طرف دوڑ دوڑ کر جانیں لے چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کا پچھلا دنیاوی وجہاتوں نے کیسے بھاگ بھاگ کر کیا۔

راست باوری دیرینہ نگاری۔ خاکساری و فروتنی۔ صلہ رحمی اور غرض و انکار یہ چیزیں تھوڑی سی قدرت پاتے پر ہی عام لوگوں میں باقی نہیں رہتیں۔ لیکن احمیت کے اس مائے ناز فرزند نے تمام دنیا کو اپنے کردار و افعال سے ایک پرہیزگار اور صحیح معنوں میں مرد مومن کا نمونہ پیش کیا۔ (مبتدا ۵۱۵ ص ۳)

آپ کی پوری زندگی قابل تقلید نمونوں سے بھری پڑی ہے۔ چند ایک پہلوؤں کے بارے میں کچھ عرض کروں گا:-

سادگی اور دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم رہا کہ ہزاروں فی ماہانہ آمدنی کے باوجود ایک فقیر سے مکان میں نہایت مختصر سا دوسراں کیساتھ نہایت قناعت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ لباس بہت سادہ استعمال کرتے اور باوجود نوکر چاکر رکھنے کی قدرت کے اکثر کام اپنے ہاتھ سے کرتے۔ دنیاوی مناصب اور متاع دنیا کی کشش نے کبھی آپ کو اپنی طرف اس رنگ میں راغب کرنے میں کامیابی حاصل نہیں کی جس سے آپ دنیا دار انسان کہلا سکتے۔

یہاں قادیان میں رسول لائن پر جھل جو بجلی گھر ہے تقسیم ملک سے قبل یہ عالیشان کوٹھی حضرت چوہدری صاحب کی ملکیت تھی۔ اس بارہ میں ایک چھوٹا سا واقعہ سناتا ہوں جو میری آنکھوں نے دیکھا اور میرے کانوں نے سنا۔ حضرت چوہدری صاحب تقیم ملک کے بعد جب پہلی مرتبہ شہر میں قادیان شریف لئے تو محکمہ بجلی نے افسران نے حضرت چوہدری صاحب کو چائے پر آپ کی کوٹھی میں ملو

کیا۔ خاکسار بھی بحیثیت خادم اس موقع پر موجود تھا۔ جب آپ اپنی اس عالیشان کوٹھی میں پہنچے تو مشت بدین نے آپے جذبات میں کسی قسم کا تہیاجان محسوس نہیں کیا۔ میں نے بعض ایسے تہیاجر بھی دیکھے ہیں جو اپنی متروک کوٹھیوں کو دیکھ کر اپنی بُرائی یادوں کے تصور سے بے چینی ہو کر آنسوؤں سے روتے تھے۔ لیکن حضرت چوہدری صاحب کے چہرہ پر اس قسم کے جذبات کا ادنیٰ سا شائبہ بھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ یہی نہیں بلکہ آپ نے اپنی کیفیت بھی بوجہ میں آپ ہی کی زبانِ ظاہر ہوئی، نہایت پر سکون تھی۔ چنانچہ دعوت سے فارغ ہو کر جب حضرت چوہدری صاحب دواں سے چلنے لگے تو کچھ جلی کے ایک افسر نے عرض کیا۔ آئندہ جب بھی آپ تشریف لائیں، آپ کے قیام کے لئے آپ کی کوٹھی حاضر ہے۔ اس پیشکش کا جو حضرت چوہدری صاحب نے جواب دیا وہ آپ کی دنیا سے بے رغبتی کا نمونہ بوتا ثبوت ہے۔ آپ نے فرمایا اس کوٹھی کی بنیاد کے چار کونوں میں دار المسیح کی صرف چار اینٹیں نصب کی گئی تھیں۔ جب مجھے دار المسیح ہی کے مبارک نامہ میں قیام کا شرف مل رہا ہے تو اس کوٹھی میں قیام کرنا میرے لئے بالکل ہیچ ہے۔ ویسے آپ کی پیشکش کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ (الفاظ میر) فرق ہو سکتا ہے لیکن مفہوم بالکل یہی تھا) ارکان دین کی ادائیگی اور عبادت میں شغف کا یہ نام تھا کہ سفر ہو یا حضر گھر میں ہوں یا اقوام متحدہ کی اسمبلی کے اجلاس میں نماز کا وقت جب ہو جاتا تو سب کام چھوڑ دیتا کہ خدا کی عبادت میں مصروف ہو جائے۔ چنانچہ جب ایک سفر کے دوران رات کے پچھلے پہر ریل گاڑی حادثہ سے دوچار ہوئی تو اس وقت آپ اپنے سیلون میں نماز تہجد پڑھاؤ اور اسمبلی میں شغول تھے اقوام متحدہ کے ممبران نے آپ کے تعلق اپنے تاثرات کا ان الفاظ میں اظہار کیا کہ

حیدرآباد میں

# لیبلینڈ موٹر کارپوریشن

کی اطمینان بخش قابل بھروسہ اور معیاری سروس کا واحد مرکز

## مسٹر احمد ریبرنگ و کشتاپ (آغا پورہ)

۲۸۷-۱-۱۶ سعید آباد-حیدرآباد (اندھرا پردیش)

فون نمبر- 42301

”قرآن شریف پر عمل ہی ترقی اور ہدایت کا موجب ہے۔“ (ملفوظات جلد ششم ص ۳)

# الائٹ گلوبل وٹکس

بہترین قسم کا گوتیا کرنے والے

(پتہ)

نمبر ۲۴/۲۴ عقب کچی گورہ ریلوے سٹیشن حیدرآباد ۲۴ (آندھرا پردیش)

(فون نمبر- ۲۲۹۱۶)



”الْوَيْلُ لِلَّذِي يُسَلِّىٰ فِي هَمِيضَةٍ  
الْأَمْسِ هَذَا الْكَبِيرِ“  
وہ عظیم شہنشاہ جو اقوام متحدہ کی اسمبلی میں  
نہی ہنسنا پڑھتا ہے۔ جس کے  
لقوی اور پارسیائی کا یہ وقار تھا کہ جب وہ  
کسی مجلس میں آتے تو انہیں دیکھ کر کئی  
ممبر عام کے چھپا لیتے۔

پس آپ کے عمر کی نمونہ اور ذاتی کردار  
کا یہ اثر تھا کہ جس وقت پاکستان کی اسمبلی  
اور پاکستان کے فوجی آمر آپ کو غیر مسلم قرار  
دے رہے تھے تو دوسری طرف ساری دنیا  
اور عرب ممالک کے بڑے بڑے سربراہ  
آپ کو بہت بڑا مجاہد، ہیرو اور سچا  
مسلمان قرار دے رہے تھے۔

آپ کے عجز و انکسار کا یہ عالم تھا کہ  
اس قدر دنیاوی مناصب عالیہ اور دجاہتوں  
کے حصوں کے باوجود ایک مسکین درویش  
کی طرح ساری زندگی گذاردی، پھلوں سے  
لہی ہوئی اس شاخ کی طرح جو ہمیشہ جھکی  
رہتی ہے۔ اور جیسا کہ حضور ایدہ اللہ  
نے اس خطبہ جمعہ (فرمودہ ۹ ستمبر ۸۵ء) میں  
جس میں حضرت چوہدری صاحب کا ذکر خیر  
فرمایا، وضاحت فرمائی ہے کہ آپ کو جو  
عظمتیں اور رفعتیں عطا ہوئی تھیں وہ  
آپ کے عجز و انکسار ہی کا نتیجہ تھیں۔  
یہی عجز و انکسار تھا جو دنیاوی مناصب کو  
آپ کی نظروں میں ہیچ کر کے دکھاتا تھا  
اور اس کے بالمقابل دین کی خدمت کے  
ہر چھوٹے سے چھوٹے موقع کو ایک قابل  
فخر کارنامہ سمجھ کر انجام دینے پر کمر بستہ رکھتا  
تھا۔ چنانچہ حضور نے فرمایا ۱۲-۱۱ میں  
جس کہ آپ فیڈرل کورٹ کے جج تھے  
مبتدیین و معلمین کے ہمراہ قادیان کے  
مفتوحات میں تبلیغ کرنے کے لئے چلے  
بایا کرتے تھے اور جب غریب ممالک میں  
مناصب جلیلہ پر فائز ہوئے تو جو چھٹیا  
اور تعطیلات ملتیں، یورپ و امریکہ کے  
دیہاتوں کی طرف نکل جاتے اور تبلیغ  
۱- سلام کا فریضہ سرانجام دیتے۔ یہی نہیں  
بلکہ اپنے دنیاوی فرائض منصبی کو بھی  
جہاں تک بس چل سکتا تھا غائب اسلامی  
حسن کے ساتھ پیش کرنے میں کوشاں  
رہتے۔

کھراسی عجز و انکسار کے نتیجہ میں  
شہرت خلو کے کاموں میں جو نمونہ چھوڑا  
ہے وہ بھی قابل رشک اور قابل تقلید ہے  
حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اس پہلو پر روشنی  
ڈالتے ہوئے حضرت چوہدری صاحب کے  
بارے میں فرماتے ہیں۔  
”ایسا انسان جس کے اندر  
طاقت نہیں تھی کہ کسی غریب کا رُخ

برداشت کر سکے۔ جس کے حوصلے  
بلند ہونے کے باوجود یہ حوصلہ نہیں تھا  
کہ انسانیت کو سب سنا ہوا دیکھے اور  
بے حسیت سے گزرا جائے۔ ان پہلوؤں  
پر آپ کے حوصلے کا قد بہت ہی چھوٹا  
تھا بلکہ زمین کے ساتھ چھپا ہوا تھا۔  
عجز کے ایک یہ بھی معنی ہیں۔“

(بندہ ۳۱)  
چنانچہ بیسیوں معیبت زدگان مستقل  
طور پر آپ کے سدمہ جاریہ سے استفادہ  
کرتے رہے۔ اور مختلف رنگوں میں جہاں  
آپ کی خداداد صلاحیتوں سے فوٹوں نے  
استفادہ کیا وہاں آپ کے مال سے درجنوں  
غریب و مساکین دیوگان ویتائی، بمبار  
معدور اور غریب ہونہار طلباء وغیرہ نے  
استفادہ کیا۔

جہاں تک مالی قربانیوں کے معیار کا تعلق  
ہے وہ بھی قابل رشک اور قابل تقلید ہے۔  
اس میں شک نہیں کہ حضرت چوہدری صاحب  
بفضلہ تھے ایک صاحب حیثیت انسان  
تھے۔ آپ کی آمدنی ہزاروں میں تھی لیکن  
ایسی مشہور زبان ہستی اگر دنیاوی لحاظ سے  
اپنی زندگی گذارتی تو آمد و خرچ برابر رہتا  
بلکہ بسا اوقات ایسے لوگوں کے اخراجات  
اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ جائز آمد سے  
پورے ہی نہیں ہوتا۔ لیکن جیسا کہ بتایا  
گیا ہے، حضرت چوہدری صاحب کے ذاتی  
مصارف بہت معمولی تھی یہی وجہ تھی کہ خدمت  
خلق کے کاموں اور اشاعت اسلام کے لئے  
مالی قربانیوں میں اس نمایاں رنگ میں  
حقہ لیتے رہے کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ  
گویا ساری آمدنی آپ کی اسی طرف  
خرچ ہو رہی ہے۔

جو بلی فٹ میں غالباً سب سے زیادہ وعدہ  
آپ ہی کا تھا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے  
اپنے خطبہ میں ذکر فرمایا ہے کہ زندگی کے  
آخری سادوں میں دو لاکھ پانچ سو  
دو سو روپے رقم سے قابل ادائیگی جس کا آپ  
بچہ بچہ رکھتے اور ایک بڑا سرمایہ آپ کا ایک  
جگہ چھپا ہوا تھا جس کے نکلنے کی نظر ہر  
آیدہ تھی۔ لیکن آپ کی تربت اور حضور  
انور کی دعاؤں اور توبہ پرستہ وہ رقم واپس  
ہوئی اور خدا نے باوجود شدید بیماری کے  
حملوں کے آپ کو موت نہیں دی جب تک کہ  
آپ کے وعدے کی ایک ایک پائی ادا نہ ہو گئی۔

نظام خلافت سے وابستگی اور خلیفہ وقت  
کی اطاعت و فرمانبرداری، حضرت چوہدری  
صاحب کی زندگی کے لاکھ عمل کا سب سے  
نمایاں اور اہم شعبہ تھا۔ یہ بھی ایک علیحدہ  
اور مفصل مضمون ہے۔ خلاصہ یہ کہ تمام  
خلافت کے سربراہ آپ کی وابستگی اور غلیظ وقت

کی اطاعت و فرمانبرداری اپنے اند ایک  
وفاداری بلکہ جان نثاری کا رنگ لے ہوئے  
تھی۔ دربار خلافت سے جو بھی حکم صادر ہوتا  
جو بھی تحریک جاری ہوتی، کبھی دانی یا بائیں  
آگے یا پیچھے نہیں دیکھتے تھے بلکہ صرف  
حکم اور تحریک پر نظر رہتی اور اسی کی سیڑ  
میں اپنی تمام تر ہمتوں کے ساتھ دوڑے  
چلے جاتے تھے۔ بہت سے واقعات اس  
ضمون میں مل سکتے ہیں لیکن زبانی سننے  
ہوئے صرف ایک چھوٹے سے واقعہ کے  
بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور وہ یہ  
ہے کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ  
تعالیٰ نے نوجوانوں کو تحریک فرمائی کہ وہ نشاء  
غلیس میں بھی مہارت حاصل کریں اور ہر  
خادم کے پاس اپنی غلیس ہونی چاہیے تو  
کسی نے دیکھا کہ اسی سالہ بزرگ حضرت  
چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے کوٹ  
کی جیب میں بھی ایک غلیس موجود ہے۔  
پس حقیقت یہی ہے کہ جو ساری دنیا  
دُنیاوی برکات آپ نے حاصل کیں  
وہ محض والدین کی عزت و اطاعت اور  
ماورِ زمانہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام  
اور خلفائے کرام کے ساتھ جان نثاری کی  
مدتک و ناداری اور خدا ترسی اور تقویٰ  
نشاری کے نتیجہ میں بفضلِ خدا حاصل ہوئی  
آپ کی دینی و دنیاوی خدمات اور اس پر  
انہوں اور غیروں کی طرف سے حراج قسمیں  
صدقات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک  
روشن دلیل ہے۔

اس مضمون کے جو میں نے حضرت چوہدری  
صاحب کے والدین کی بشارتوں کے ذکر میں شروع  
کیا تھا، آخر میں دو خلفائے ایم کی بشارتوں  
کے سننے کے ساتھ ختم کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے  
دورہ یورپ کے دوران حضرت چوہدری صاحب  
کی محبت، خدائیت اور دیہات خدمات کے بعد  
کو دیکھ کر آپ کی بہت تعریف فرمائی اور پھر  
بشارت دیتے ہوئے فرمایا کہ:-

”اللہ تعالیٰ ان کی خدمت کو بغیر  
معاذہ سے نہیں چھوڑے گا۔ اور  
ان کی محبت کو قبول کرے گا۔ اور  
اس دنیا میں اور آگامی دنیا میں اس  
کا ایسا معاملہ دے گا کہ چھپے  
ہزار سال کے بڑے آدمی اس پر  
رشک کریں گے۔“

(المنقذ ۲۲ مئی ۱۹۵۵ء)  
پھر یہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع  
ایده اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ  
فرمودہ ۱۸ ستمبر ۸۵ء میں حضرت چوہدری  
صاحب کے روحانی مقام پر روشنی  
ڈالتے ہوئے فرمایا:-

”خلافت کے بعد.... مجھے... پہلے  
کشف میں چوہدری ظفر اللہ خان صاحب  
ہی دکھائے گئے۔.....  
میں نے صبح کی نماز کے بعد کشفِ طری  
واضح طور پر ایک نظارہ دیکھا کہ چوہدری  
ظفر اللہ خان صاحب لیٹے ہوئے  
ہیں اور اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہے  
ہیں اور میں وہ باتیں سن رہا ہوں  
..... (برحال) اللہ تعالیٰ  
کی محبت کے کچھ سلوک تھے جو  
براہ راست ان پر ہمیشہ نازل ہوتے  
رہے کچھ خدا نے دوسروں کو بھی  
دکھایا۔ مجھے بھی دکھایا کہ میں اس  
شخص سے پیدا کرتا ہوں۔“

(بندہ ۳۱)  
الغرض دینی و دنیاوی لحاظ سے  
حضرت چوہدری صاحب کی زندگی ایک کامیاب  
اور باخراہ زندگی تھی جس کا ہر شعبہ قابل  
تحسین اور قابل رشک اور قابل تقلید  
و محبت ہے اللہ تعالیٰ حضرت چوہدری صاحب  
رضی اللہ عنہ کو جنت الفردوس، اعلیٰ علیین  
میں مقام قرب عطا فرمائے اور ہم سب کو  
آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔  
سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع  
ایده اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت  
چوہدری صاحب کی خوبوں کا تذکرہ کرنے  
کے بعد احباب جماعت کو رغبت دلانے  
ہوئے فرمایا:-

”ہمیں صدمہ تو ہے بڑا  
گہرا صدمہ ہے۔ لیکن اس صدمہ کے  
نیچے میں ہمیں کاسا اثر ہونا چاہیے  
یا یوسی کا اثر نہیں ہونا چاہیے۔  
..... اس لئے آپ کو اگر خدا ظفر اللہ  
خان نہیں بنا سکتا تو اپنی اولاد کو  
بنانے کی کوشش کریں۔ اور اولاد  
و اولاد کو یہ بتاتے چلے جائیں کہ حضرت  
مسیح علیہ السلام و السلام سے وعدہ ہے  
اللہ تعالیٰ کا کہ ایک نہیں دو نہیں بکثرت  
ایسے سلام عطا فرمائیں جو عالمی شہرت حاصل  
کریں گے جو علم و فضل کے مضامین میں تیرت  
انگیز ترقیات حاصل کریں گے۔  
جو بڑے بڑے فلسفیوں کے منہ  
بند کریں گے اور قومیں ان  
سے برکت پائیں گی۔  
تو خدا کرے کہ بکثرت

اور بار بار ہم حضرت مسیح موعود  
علیہ السلام کی پیشگوئی کو پورا  
ہوتے دیکھیں۔“  
(بندہ ۱۸ ستمبر ۸۵ء)  
و اخصو دعوتنا ان الحمد للہ  
و رب العالمین۔



# سلسلہ انبیاء اور سنت اللہ

از مکرم گیتانی عہدہ صاحب مقیم میاں (امریکہ)

جب سے یہ جہاں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس میں دن رات کلام اللہ کی سلسلہ بھی جاری ہے۔ ہر آنے والا دن اپنے ساتھ رات کا پیغام لے کر طلوع ہوتا ہے اور ہر رات اپنے ساتھ دن کی اشیاء لے کر ہوتے آتی ہے۔ اسی طرح ہمارے خالق و مالک نے روحانی طور پر بھی رات اور دن کی آمد و رفت شروع کر رکھی ہے۔ جب لوگ اپنے خالق اور مالک کو بھلا کر ضلالت اور گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ادھر ادھر بھٹکتے پھرتے ہیں تو وہ زمانہ روحانی رات کہلاتا ہے۔ اس سلسلہ میں گورگرتھ صاحب میں یہ تسلیم دی گئی ہے کہ:

ہے تو خدا اگر ہے سورج چڑھے ہزار  
آئے چاند ہندیاں گور بن گور اندھار  
(گورگرتھ صاحب ص ۶۳)

یعنی اگر سینکڑوں چاند اور ہزاروں سورج مل کر بھی روشنی دیں تو اس اندھیرے کو دور نہیں کر سکتے جو ایک مامور میں اللہ کی روشنی دور کر سکتی ہے۔ اس کے بغیر تو ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی مضمون کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

سو چڑھے سورج نہیں بن دے روشنی  
یہ جہاں بے وصل دایر ہے نہ تاریک نہ تاری

جب بھی دنیا میں ضلالت و گمراہی زور پکڑتی رہی اور لوگ صراط مستقیم سے بھٹک جاتے رہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر رحم فرما کر اپنے کسی نہ کسی مامور کو مبعوث فرماتا رہا ہے اور اس طرح بھولے بھٹکے لوگوں کو راہ راست پر لانے کے ہمیشہ سے سامان کرتا رہا ہے۔ اسی سلسلہ میں گورگرتھ صاحب میں کیا خوب بات بیان کی گئی ہے کہ:

جے تیں رب و حارباں تال رب دہر دہے  
(گورگرتھ صاحب ص ۱۳۸)

یعنی لوگ تو خدا تعالیٰ کو بھلا رہتے ہیں مگر وہ انہیں نہیں سمجھایا کرتا بلکہ ان کی ہدایت کے سامان برابر کرتا چلا آ رہا ہے۔

دنیا کے ہر مذہب نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ جب لوگوں کی اکثریت بگڑ

گئی اور لوگ صراط مستقیم سے بھٹک گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے سامان کئے کیونکہ ایسے وقت میں یہ قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ لوگ خود بخود اپنا گمراہی سے توبہ کی شکل میں جے ہو کر دنیا کی اصلاح کر لیں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ یا ان کے وہ علماء جن کی موجودگی میں لوگ خدا تعالیٰ سے دور چلے گئے وہ انہیں پھر سے شیطان سے توبہ کر جان سے جوڑ لیں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اسی بات کے پیش نظر خدا تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں بیان فرمایا ہے کہ:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا لَّا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ  
خدا تعالیٰ کی مقدس دائمی اور آخری شریعت کی اس پاک آیت سے ہیں یہی راہنمائی ملتی ہے کہ لوگوں کو شیطان کے چنگل سے نکال کر رحمان کی غلامی میں لانا۔ مولویوں، پندتوں یا راہبوں کا کام نہیں۔ بلکہ یہ تو خدا کے واحد کا اپنا کام ہے اور اسی مقصد کے لئے ہی اللہ نے ہر ایک قوم میں اپنے رسول مبعوث کئے اور ان صاحب کے آخری اپنے مقدس خاتم النبیین رسول اللہ مبعوث فرما دیا۔

اس اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جن مولویوں اور پندتوں کی موجودگی میں لوگ گمراہ ہو گئے اور خدا تعالیٰ سے دور ہو گئے ان کو پھر سے آستانہ انوہیت پر لانا اور خدا تعالیٰ کے فرمانبوار بنانا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔ مذاہب عالم کی تاریخ سے ایک بھی ایسی مثال پیش نہیں کی جاسکتی کہ جب لوگوں کی اکثریت بگڑ گئی ہو اور صراط مستقیم سے بھٹک گئی ہو تو ان کے علماء نے مل کر اس بگاڑ کو دور کر کے لوگوں کو صراط مستقیم پر گامزن کر دیا ہو بلکہ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے کسی نہ کسی مامور کو مبعوث کر کے ہی دنیا کی اصلاح کے سامان کرتا رہا ہے یہ ہی وہ بات ہے جس کو

سری رام چندر جی نے مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:-

جب جب ہوت دھرم کی امانی  
بارہیں امرا دھرم ابھیمانی  
تب پر بھو دھرم دودھ مویرا  
ہرہیں کر پاندھ سجن پیرا  
(رامائن بال کاند)

کیسی عمدہ بات بیان کی گئی ہے کہ جب دنیا میں دھرم مٹ گیا ہو اور برے لوگوں کی اکثریت ہو گئی ہو پھر اس وقت لوگ خود دھرم کو قائم نہیں کر سکتے بلکہ دنیا ایسا ہوتا ہے جبکہ خدا تعالیٰ کا مامور دنیا میں ظاہر ہو اور دنیا میں دھرم کو قائم کرے۔

اسی مضمون کو سری کرشن جی نے جگوت گیتا میں یوں بیان فرمایا ہے:

یو دھا یو دھرم سیمہ گلا فرجوتی بھارت  
ابھو تھانم دھرم سیمہ تدا تھانم ہر جابھم  
پرہی ترنا یہ سادھو نام زنا شیخہ پیش کرام  
دھرم سنہ تھانیا رتھا بھو انی یگیے یگیے  
(جگوت گیتا ادھیائے ۱۸)

اس سے بھی واضح ہے کہ جب دنیا میں ادھرم پھیل جاتی ہے اور لوگ صراط مستقیم سے ہٹ کر ادھرم دھرم بھٹک رہے ہوتے ہیں تو وہ وقت ایسا نہیں ہوتا کہ لوگ مل جل کر دھرم کو قائم کر سکیں اور بے دینی دور کرنے کا انتظام کر سکیں کیونکہ جن لوگوں کی موجودگی میں ادھرم پھیل گئی ہو اسے دور کرنے پر قادر نہیں ہو سکتے ایسے وقت میں دنیا کا خالق و مالک خدا تعالیٰ ہی حرکت میں آتا ہے اور دنیا کی اصلاح کے لئے اپنے کسی مامور کو مبعوث کرتا ہے اور وہ مامور دنیا کو یہ روحانی مشرودہ سناتا ہے کہ:

تیں وہ پانی ہوں جو آیا آسمان وقت پر  
تیں وہ ہوں تو خدا جس سے ہوا دل تنکار  
قرآن شریف سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ جب بھی لوگوں کی اکثریت بگڑ جاتی ہے اور شرک میں مبتلا ہو جاتی رہی ہے تو کبھی مولوی صاحبان اس بگاڑ کو دور کر کے توحید قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ہی نے اپنی شفقت

کے ماتحت اس بگاڑ کو دور کرنے کا سامان فرمایا ہے چنانچہ اس بارہیں خدا تعالیٰ کے مقدس اور پاکیزہ کلام کا ارشاد فرمایا ہے:-

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ  
فہم من ذریت  
یعنی جب بھی دنیا کی اکثریت بگڑ جاتی رہی اور لوگ صراط مستقیم کو چھوڑ کر شرک کی دلدل میں پھنس جاتے رہے تو رحیم و کریم خدا تعالیٰ نے ان میں اپنی طرف سے ڈرانے والا مبعوث کر دیا جس نے لوگوں کو نئے سرے سے اپنے نازک کلام کے ذریعہ توحید پر قائم کر دیا۔ یہی سنت اللہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوئی اور ہر زمانہ میں ظاہر ہوتی رہی اور قیامت تک ہوتی رہے گی کیونکہ خدا تعالیٰ کی سنت میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی جب بھی لوگوں کی اکثریت گمراہ ہو جائے گی اللہ تعالیٰ ان کو راہ راست پر لانے کے سامان کرتا چلا جائے گا شکوک کی مقدس کتاب دسم گرتھوں میں اس سلسلہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ:-

جب جب ہوت اثر اپارا  
تب تب دیمہ دھرت اوتارا  
(دسم گرتھ)

یعنی جب بھی دنیا میں حقیقی مبعوث کے بجائے مبعوثان باطلہ کی اکثریت ہو جاتی ہے اور لوگ خدا کے واحد کو ترک کر کے شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو اس وقت دنیا میں مامور سے اللہ ظاہر ہوتا ہے جو لوگوں کو پھر سے توحید پر قائم کرتا ہے لوگ خود کیشیاں بنانا کہ اپنی اصلاح نہیں کر سکتے اور توحید پر قائم نہیں ہو سکتے۔

الغرض یہ ایک واضح حقیقت ہے جس کی مذاہب عالم کی تاریخ بھی تائید کرتی ہے کہ جب بھی لوگوں کی اکثریت بگڑ جاتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ ہی ان کی اصلاح کے سلال کرتا ہے اور ایسے وقت میں اپنے کسی نہ کسی مامور کو مبعوث کرتا ہے اس وقت علماء کرام اور فقہاء مذاہبان اور پندت وغیرہ لوگ کدھ بھی نہ کر سکتے کیونکہ یہ ان کے بس کا رکن ہی نہیں اگر وہ اصلاح پر تیار ہوتے تو ان کی موجودگی میں لوگ بگڑ ہی نہ سکتے پس ان کی موجودگی میں لوگوں کا گمراہ ہو جانا اس امر کا بین ثبوت ہے کہ



خدا تعالیٰ ہدایت اور اصلاح کا سامان کرے تو لوگ کسے پیچ سکتے ہیں اور نہیں چھانچے اسی لئے رب العالمین خدا اپنی مخلوق کو بچانے کے خود سامان کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا اس بارہ میں کسی حکمران یا مولوی صاحب سے مشورہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ نے اسلامی روایات کے مطابق سوالا کہ کے قریب پیغمبر اس دنیا میں مبعوث کئے گورو گزشتہ صاحب میں بھی ان کی تعداد سوالا کہ مذکور ہے مبیہ کہ مرقوم ہے کہ۔

سوالا کہ پیغمبر تارا کے

(سری گوردگرتھ صاحب ۱۱۹۱)

دنیا کے کسی مذہب کی تعلیم سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کرتے وقت کبھی کسی سے کوئی مشورہ طلب کیا ہو اور لوگوں کی مرضی معلوم کرنے کی کوشش کی ہو بلکہ علیہم السلام خدا نے جو مناسب سمجھا کیا اس بارہ میں قرآن شریف کا واضح ارشاد ہے کہ۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ

یعنی اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس نے کب کبے اور کہاں اپنا رسول مبعوث کرنا ہے اس بارہ میں اسے کسی حکمران یا مولوی سے کسی مشورہ کے طلب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

قرآن شریف سے یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ خدا کے ہر مقدس رسول کو لوگوں نے دل لہو لہو اپنے خود ساختہ عقائد کے خلاف خیال کر کے اس کی ڈٹ کر مخالفت کی۔ اور یہی دم گئے مارے کہ وہ اس کی تعلیم کو دنیا میں قائم نہیں ہونے دیں گے بلکہ اسے جی اس کی تعلیم کو بھی اور اس کے ماننے والوں کو بھی نیست و نابود کر کے دم میں گئے مگر دنیا نے دیکھا کہ ہر بار اللہ کے ماتور ہی کا حیا اب ہوتے کہ ان کا خدا ان کے ساتھ تھا۔ مخالفت کی آندھیاں آئیں مگر ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں ان کے ماننے والوں کو بے انتہا دیکھ دے گئے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی تعلیم کو قائم کر کے ہی مایا ہے۔

ہوا پیغمبر اور تندر لیکن چراغ اپنا جلا رہا وہ مردور دیش جس کو شی نے قہم میں اندر خضر ہاراموہ وہ زمانہ بھی اصل میں ملاقات اور گمراہی کا ہی زمانہ ہے آج چاروں

طرف شرک اور بدعات کا زور ہے لوگ اس بات کو سرت سے بھول چکے ہیں کہ ان کا ایک خالق و مالک ہے جس کے سامنے انہوں نے سر کر پیش ہونا ہے اور اپنے کئے کا حساب دینا ہے اس وقت چاروں طرف ضلالت اور گمراہی کا طوفان سنا سنیں مار رہا ہے اور زمانہ بیکار کر رہا ہے کہ یہ بگاڑ دنیا کے لوگ خود دور نہیں کر سکتے اس سلسلہ میں مجاہد اسلامی کے سابق سربراہ مولانا مودودی صاحب نے یہ حقیقت بیان کی ہے کہ۔

مذکر لوگ اقامت دین کی

تحریر کے لئے کسی ایسے مرد

کامل کو چونڈتے ہیں جو ان میں

ہے ایک ایک شخص کے تصور

کمال کا مجوسہ ہو۔

میں یہ لوگ دراصل ایک نئی سے

طالب ہیں اگرچہ زبان سے

تہوت کا نام لیتے ہیں اور کوئی

اجرائے تہوت کا نام بھی

دے تو اس کی زبان گدی سے

کھینچنے کے لئے تیار ہو جاتے

ہیں مگر اندر سے ان کے دل

ایک نئی مانگتے ہیں اور پی

سے کم کسی سے راضی نہیں

ہیں۔

(رسالہ ترجمان القرآن دسمبر ۱۹۸۲ء)

مولانا مودودی صاحب نے اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی کہ کیوں لوگوں کے دل اندر سے ایک نئی مانگتے ہیں اور وہ نئی سے کم پر راضی نہیں؟ اس کی بس ایک ہی وجہ ہے اور وہ یہی ہے کہ موجود زمانہ کی ضلالت اور گمراہی اس حد تک جا پہنچی ہے کہ اس کی اصلاح بغیر ماور من اقدس کے ممکن ہی نہیں بلکہ خیالی ہے اور یہی حالت ہے جس کا ذکر قرآن شریف کے ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ آلَ عَادَ

الَّذِينَ هُمْ عَنْ آلِهَتِهِمْ تَبَتُّوا

مَعَهُمْ حُفْرَةُ فِرْعَوْنَ

اِسْمٰی نَادِر اِسْ زَمَانِہ کے ماور من

اللہ سیدنا حضرت سیح مودودی علیہ

السلام نے فرمایا ہے کہ

کیوں عجب کہتے ہو کہیں آیا ہو کس

خود خیالی کا دم بھرتی ہے یہ یاد ہمار

زمانہ بیکار بیکار کہہ رہا ہے کہ اب

کسی ماور من اقدس کی ہی ضرورت

ہے بغیر اس کے دنیا کی اصلاح ہی

ممکن نہیں۔

خاکسار مثال کے طور پر یہاں ایک بات عرض کر دینا مناسب خیال کرتا ہے اور وہ یہ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاک مقدس حدیث میں بیان فرمایا ہے کہ ایک وقت آیا آئے گا جبکہ امت مسلمہ ۲۷ فرقوں میں بٹ جائے گی صرف ایک فرقہ ان میں ناجی ہوگا باقی ۲۶ فرقے تباہی ہوں گے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو حضور کے صحابہ کرام نے دریافت کیا کہ وہ ناجی فرقہ کون ہوگا اس کے جواب میں حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ جو خود کو ناجی کہے گا کیونکہ ناجی تو خود کو بھی سمجھ رہے ہوں گے حضور نے اس ناجی فرقہ کی نشانی یہ بیان کی کہ وہ میرے اور میرے صحابہ کرام کی مانند زندگی گزارنے والے ہوں گے مگر آج پاکستان میں اسلام کے ٹھیکیدار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے بالکل خلاف یہ نظریہ پیش کر رہے ہیں کہ ۲۷ فرقے ناجی ہیں اور ایک فرقہ غیر مسلم اور تباہی ہے یہ کس قدر اسلام اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت ہے کہ حضور کی شان کے سرسبز الٹ بات بیان کی جا رہی ہے؟ اور ظلم یہ ہے کہ اسے من اسلام قرار دیا جا رہا ہے اور حضرت سیح مودودی علیہ السلام اور آپ کی جماعت کو اسلام کی دشمن ظاہر کیا جا رہا ہے گویا اسلام کے خلاف نظریات کا پرچار تو اسلام دوستی ہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی تبلیغ اسلام دشمنی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت سیح مودودی علیہ السلام کا یہ نظریہ ہے کہ۔

ابن عربیہ ہر گز اتر نہیں ہیں پر

نیز ہدی ہوں مگر بے تیغ اور تیر کارزار

میں جملہ ان کے ایک الہام بھی میر

ہے۔

عظیم اللہ مخاطب کر کے

کہتا ہے کہ میں نے تجھ کو علیا

کے جہر سے پیدا کیا ہے اور تو

اور پیہی ایک ہی جہر سے اور

ایسا ہی میں کے مانہ ہے۔

(مذکرہ ص ۱۱)

حضرت سیح مودودی علیہ السلام اور

حضور کی قائم کردہ جماعت نے جس رنگ میں اسلام کو خدمت کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس سلسلہ

میں ہم احرار اسلام کے مشہور لیڈر چوہدری فضل حق صاحب کا ایک بیان پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ چوہدری صاحب مرقوم فرماتے ہیں کہ۔

آج یہ سماج کے معرض

وجود میں آنے سے قبل اسلام

حصر بے جان تھا جس میں سے

تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی۔

سوامی دیانند کی مذہب اسلام

کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں

کو تھوڑی دیر کے لئے چوکتا

کر دیا۔ مگر جب معمول علیہ

خواب گراں آن پر طاری ہو

گئی مسلمانوں کے دیگر فرقوں

میں سے تو کوئی جماعت تبلیغی

اغراض کے لئے میدان ہو سکی

باں ایک دل مسلمانوں کی

غفلت سے مضطرب ہو کر اٹھا

ایک خفہ جس جماعت نے کر

آگے بڑھا۔۔۔ (حضرت مرزا

اسلام احمد علیہ السلام۔۔۔

اپنی جماعت میں ایسی اشاعتی

تراب پیدا کر گیا کہ جو نہ صرف

مسلمانوں کے مختلف فرقوں

کے لئے قابل تقلید ہے

بلکہ دنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں

کے لئے نمونہ ہے۔

(نقشہ ارتداد اور پولیسکل

قلا بازیاں ص ۱۱)

افسوس کہ آج اسلام کے ٹھیکیدار

اس مقدس جماعت کے خلاف

صف آرا ہیں اور اپنی ماقبست

خواب کر رہے ہیں۔

## اعلان

جلد چاہتا ہے احمدی بھارت کو نظارت علیا قادیان کی طرف سے آئندہ نرم کے انتخابات عہدیداران کے لئے خطوط و قواعد بھجوا دئے گئے ہیں آئندہ نرم کی مدت ۲۷ اگست ۲۰۰۲ تک ہوگی احمدیہ علیہ امراء صدر ساحل جلد سے جلد انتخابات کر داکر منظور کئے لئے کاغذات مرکز احادیث قادیانہ فراہم کئے اس امر کی کوشش کی جائے کہ ہر شعبہ کا ایک سیکرٹری مقرر کیا جائے اور خصوصاً مالی تحریکات کے لئے ایک الگ سیکرٹری ہونا ضروری ہے۔

(فاظیر اعلیٰ قادیانہ)



# ندوة العلماء لکھنؤ کے پندرہ روزہ ترجحات تعارضیات

## کلمہ طیبہ سے دشمنی کا شرمناک مظاہرہ

ندوة العلماء لکھنؤ کے پندرہ روزہ ترجمان "تجربہ حیات" کی ۲۵ ستمبر اور ۱ اکتوبر کی اشاعتوں میں جناب مولوی محمد عارف صاحب استاذ التفسیر ندوہ کی طرف سے جامعہ احمدیہ کے خلاف ایک سرفہمائے مضمون باعنوان "نشانے ہوئے جس میں پاکستان کے فوجی سربراہ جنرل محمد ضیاء الحق اور ان کی ظالمانہ حکومت کے توہین کلمہ طیبہ سے متعلق قابل صد نفرت اقدام کو قابل تحسین ذیل قرار دیا گیا ہے موقوف لکھتے ہیں:-

عذاب رہ جاتی ہے فادائی مساجد پر لکھے ہوئے کلمہ طیبہ پر سفید کا پتھر سے جالے کی بات..... تو یقیناً وہ انما فرعون ادا کر رہے ہیں اور اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو دین کی حفاظت کے مجرم ٹھہریں گے۔ گویا ندوی صاحب کے نزدیک کلمہ طیبہ شاننا اس کی توہین کرنا عین دین کی حفاظت ہے۔ وہ بے جوش جہالت خوب دکھایا اثر کفر کی تائید میں نکلے کریں کہ وہ انوار سوال پیدا ہوتا ہے کہ کلمہ طیبہ کے تو وہی الفاظ ہیں جن کو ندویہ علماء بھی اسلام کی بنیاد تصور کرتے ہیں کما کوئی ہندو یا عیسائی یلغ کلمہ لکھتے ہیں کیا کہ بعض غیر مسلم قرآن شریف کی کتابت کرتے ہیں اور بعض غیر مسلموں نے قرآن شریف کو شائع بھی کیا ہے تو کیا ندوی علماء اس کو بھی مٹانے اور پاؤں تلے روندنے کی جہالت کو لڑ گئے ہیں؟ یقیناً تو جبر و سب سے انہی مجھ کسی کو بھی ایسی خدمت سے شہ آدمی کو موت پر یہ ادا نہ ہے

### ایک دلیل

ندوی صاحب نے اپنی طرف سے ایک دلیل بھی دی ہے اور وہ یہ ہے کہ:-

"اس کی نظر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس

لم فتول قائم ہو چکی ہے وقت پر پیش آیا کہ یہ کلمہ طیبہ کے اپنے سرخنے ابو عامر راہبہ کے مشورہ بلکہ حکم سے دہشتہ طبع میں ایک عبارت عارضہ فوجی کلمہ خفیہ کا ردائوں کے لئے تعمیر کی تھی اور ایس کا نام انہوں نے مسجد جوئے کیا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی مٹا فتول کی اس شخص پر میکم کل المصلاخ فرمایا آپ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اس کو عداوت کو منہدم کر دیا جائے خواجہ صاحب کرام نے اس کو توڑ ڈھایا اور اس میں آگ لگا دی۔

الحجۃ الیہ... اس میں تو کئی جگہ نہیں لکھا کہ ان مناقول کے لکھے ہوئے کلمہ سیاسی پھیری گئی تھی یا ان کے لکھے ہوئے کلمہ کوزمین پر چھٹک کر پاؤں کے نیچے مسلاتیا تھا یا انہیں کلمہ لکھنے یا پڑھنے کی ممانعت کی گئی تھی بلکہ حقیقت بالکل اس کے برعکس کہ کلمہ پڑھنے والوں پر کثرتاً مصلاب کے ہاتھ لڑتے تھے اور یہی کچھ پاکستان میں آج دہائی کی ظالم حکومت انڈیوں کے ساتھ کر رہی ہے پس ۱۔ کئی مہینے باہم جلس پرواز سکوتر یا کبوتر باز با باز باقی رقم مناقول کی اس عبارت کو گرانے کا سوال جس کا نام انہوں نے مسجد رکھ دیا تھا۔ سو یاد رکھنا ہے کہ دنیا کی کوئی حکومت اس قسم کی بغاوت کو برداشت نہیں کر سکتی جس قسم کی بغاوت اسلامی حکومت میں ان مناقول نے کی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اقدام کلمہ وحی اپنی پر مبنی تھا جب کہ جنرل محمد ضیاء الحق اور اس کے کارندوں سے یہ سب کچھ صرف سیاسی اندیش کے لئے کر رہے ہیں ورنہ محض اختلاف عقیدہ کی بناء پر

اسلام دوسروں کی عبادت گاہوں اور ان کے شعائر کی بے حرمتی کی اجازت نہیں دیتا۔ لیکن جماعت احمدیہ جو قانون کی پابند جماعت ہے اور اپنے اپنے مذہبی حکومت پر اپنا پورا تعاون کرتی ہے کہ کوئی مذکورہ شے نہ لگے۔ لہذا کلمہ طیبہ کی تعزیر کو ٹھیکہ شرمناک جہالت ہے جس کی کہیں تک نہیں ملتی۔

### امتی نبی

ندوی صاحب نے اپنے مضمون میں مسئلہ ختم نبوت پر بھی طبع آزمائی فرمائی ہے اور اس مسئلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مندرجہ ذیل تحریرات پیش کی ہیں کہ:-

۱۷ "اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے شیعہ سے لیتا ہے.... میری نبوت درمالت باعتبار محمد واحد ہونے کے ہے نہ کہ میرے نفس کی اور یہ نام یحییت فنا فی الرسول مجھے ملے ہے لہذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا۔"

۱۸ "اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزار اولیاء ہونے چاہئے۔ اور ایک وہ بھی ہوا جو امتی بھی ہے اور نبی بھی۔"

"تجربہ حیات" نے حضور علیہ السلام کی جو تحریریں پیش کی ہیں ان سے تو بالبداهت ہی ثابت ہوتا ہے کہ حضور کا دعویٰ آنحضرتی ہونے کا ہے جو قول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور چروٹی کا نتیجہ ہے اور یہ دعویٰ آیت خاتم النبیین کے برگزینہ خلافی نہیں ہے لہذا کسی کو حق نہیں پہنچا کہ اسے ختم نبوت کے خلاف قرار دے کیونکہ منقول حکمت ہے کہ

تعبیر القول بوالایضی

بہ قائلہ باطل ہے۔ خود مائی دیو در حضرت مولانا قاسم نانوتوی اس کے مرقم کلمات تم دیکھتے ہوئے فرماتے ہیں:-

۲۰ بعد از مدتی اگر کوئی مجھ پیدا ہو تو راجحیت ہوئی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (تجربہ حیات)

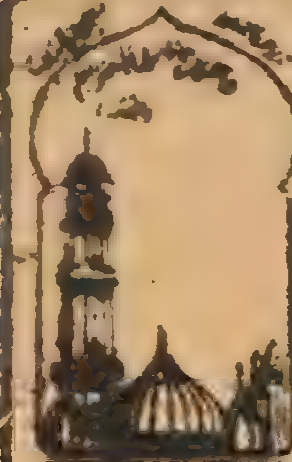
"پیدا ہونے کے الفاظ خاص تو مرقم کے ہیں۔"

### مستقبل نبی

اس کے مقابلہ پر یہ فیضانِ نبوی بدنام زمانہ حکومت اور ندوی مصلحت پس منہجیں جن پر انجیل نازل ہوئی اور جن کی شریعت اسلام اور شریعت ہے جہت کر پتے جی کہ جن کا کلمہ نبی ہوا اور ان کے علماء نے یہ تحریر کیا ہے کہ لا ینبئ بعدی فی الدنیا عیسیٰ زور اللہ ان کی آیت کے لئے یہ کلمہ چشم برآہ ہیں۔ یہ کلمہ کی جو شے سے یہ اسلام کر رہے ہیں کہ یہ حقیقت کہ در حقیقت یہ خور ختم نبوت کے منکر قرار پاتے ہیں اور اب بڑھتے بڑھتے کلمہ نبی تو میں میرا کرتا ہے۔ پنا ایمان کو ذرا پروا نہ رکھنا مجھ کو کافر کہتے کہتے خود مولانا مین تار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان طار مرقم کو قرآن کریم کی تیس آیات نکال کر دکھائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ حدیث بزرگ سے ۱۲۰ سال ان کی عمر دکھادی مگر ان کے دل نہ تیسے اب پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھنا چاہتے ہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک نہایت ہی شاندار اور مست چیلنج ان لوگوں کو دیا ہے

۲۱ اگر جماعت کو ماننا ہے تو دس صدیاں پہلے آدمی کو مارنے سے جماعت نہیں مرے گی۔ ایک آدمی کو زندہ کر کے دکھا دو ماری جماعت مر جائے گی وہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ میں جماعت احمدیہ کی طرف سے چیلنج دیتا ہوں کہ اس بارہ پر جگہ آخر ہو جائے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ کر دیا تو خدا کی قسم میں اور میری ماری جماعت سب سے بڑھ کر موت کرے گی۔ میں اس محمد کی عزت و حلال





مقدس مقام مسجد نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

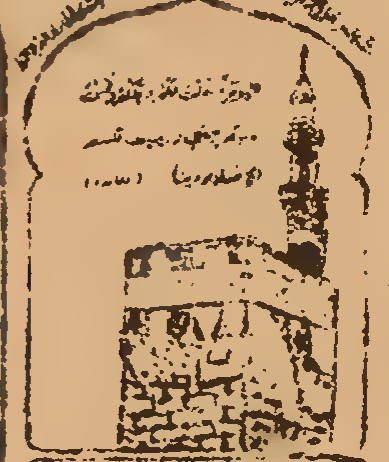
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ

ابن رسول کے برائے کوئی خدا نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں  
THERE IS NO DEITY BUT ALLAH MUHAMMAD IS HIS MESSENGER  
الغیر کلمہ فی القرآن پر مسلم کی غیر مکت قرآن مجید میں ہے الباقی حضرت مسیح موعود علیہ السلام

محبت سب کے لئے لڑتے ہیں کہ کسی کے پاس  
پس خدام الاحمدیہ کتبہ - لا

LOVE FOR ALL HATRED FOR NONE  
MAKING RUCCADUL AHMADIYA LUCKNOW 1974



مقدس مقام مسجد نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم

کئی قسم کا کرکھتا ہوں جس کے  
پہنچے میری جان ہے اور  
تمام اچیر ہوں کی جان ہے کہ اگر  
وہ تھا عیسیٰ زندہ اور ہم تھوٹے  
جس کو ہم سب کو ہلاک کر کے  
اس کے ساتھ فنا ہو کر گئے۔ مگر  
خدا کی قسم عیسیٰ مر چکا ہے اور  
اس کے مرنے پر وہ ہے آج اسلام  
کی زندگی قائم ہے یہ ایک مذہب  
نہیں ہے وہ کیا ہے عیسیٰ کا  
موت اس لئے عیسیٰ کو صحت  
وہ اس کی اسلام کی زندگی  
ہے۔  
(خطاب جامعہ لکھنؤ دارالافتاء)  
کی عمر فیضان الحق اور مولوی محمد باجوہ  
مذہب نبوی اس کے مقابل پر اس  
طریقہ حیات مسیح کے عقیدہ پر ہو کر  
اب اس مذہب کو قائم کیا ہے ہرگز  
نہیں۔  
ندوی صاحب نے اپنے زیرِ قلم  
مسئلوں میں عقیدہ حیات مسیح کا جو  
انکار کیا ہے۔ اسی عقیدہ کی تردید سے  
جی درحقیقت انہوں نے رسول اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت توہین کی  
ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ  
السلام فرماتے ہیں۔  
رسول حق کو مٹی میں ستلایا  
سچا کرکھ کرکھ بٹھایا  
یہ تو ہیں کہ کھیل دلیا جا پیا  
اس توہین کا نتیجہ ہے کہ آج یہ  
لوگ برعکس طور پر کلمہ طیبہ کو مٹانے اور  
اس کی توہین کرنے پر آئے ہیں  
خدا کا بیٹا

ترجمہ میرے عزیز  
کے بت مدحیہ (الوحی)  
مگر یا اللہ کا بھی بیٹا ہے  
الجواب ہے۔ حضرت مسیح موعود  
علیہ السلام اس الہام کی تشریح کرتے  
ہوئے فرماتے ہیں:-  
”یاد رہے کہ خدا تعالیٰ  
بیٹوں سے پاک ہے نہ اس  
کا کوئی شریک ہے نہ ہوتا  
ہے اور کسی کو حق نہیں دیتا کہ  
یہ کہہ کہ میں خدا ہوں یا خدا  
کا بیٹا ہوں لیکن یہ فرقہ اس  
جگہ ازبیل ہوا اور استعارہ  
میں سے ہے۔۔۔ تو ذکر اللہ  
کی کو کم ابا کسند ذکر کم اللہ  
تعالیٰ کو الہ یا اور کو بیٹا  
اپنے باپ کو یاد کرتے ہو  
پس اس خدا کے کلام کو مٹا کر  
اور احیاء سے پرہیز اور از  
قبیل متشابہات سمجھ کر ایمان  
لاؤ۔  
(دائع السباہ ج ۱ ص ۱۷۷)  
کیا ندوی صاحب مندرجہ بالا قرآنی  
آیت سے شرک کی تعلیم نکالیں گے کہ  
یاد خدا اور یاد باپ کو مساوی مقام  
پر رکھا ہے۔ عالم کہلا کر ایسی ہلکی ہلکی  
باتیں کرنا افسوس ناک ہے چوت  
شریف میں الخلق عیالے اللہ  
کے الفاظ مزبور ہیں۔ کیا ندوی صاحب  
مخلوق خدا کے اس کی حقیقی اولاد یقین

کریں گے  
ابن مریم سے بڑھ کر  
ندوی صاحب نے حضرت مسیح موعود  
علیہ السلام کے اس شعر پر بھی اعتراض  
کیا ہے کہ  
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ  
اس سے بڑھ کر ملام احمد ہے  
الجواب ہے۔ رسول اکرم صلی  
اللہ علیہ وسلم کے آسمی ہونے سے مقام  
بلند ہوتا ہے کم نہیں ہوتا۔ قرآن کریم  
میں آیت ہے کہ اس لئے خیر امت  
کہا گیا ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم ہے اس آیت کے علاوہ کائنات  
نبوی میں یہ مقام بتایا گیا ہے کہ علامہ  
آسٹری کا نبیاء بنی اسرائیل  
جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
آسمی عالم کا مقام بنی اسرائیل کے  
نبیوں کی طرح ہے تو ظاہر ہے کہ جو  
اس خیر امت کا بنی ہے اس کا  
مقام اسرائیلی نبیوں سے بڑھ کر  
ہوگا۔  
ندوی صاحب نے اپنے مخزون  
میں اس غرض سے حضرت مسیح موعود  
علیہ السلام کی جو تحویروں پیش کی ہیں  
ان سب سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے  
کہ حضور کو جو کچھ ملا ہے وہ سب کچھ رسول  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پروری احاطت  
اور تحفظ میں ہے ملا ہے۔ لہذا حضور کا ہر  
مقام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

طریقہ  
حضرت سید عبدالقادر جیلانی  
نے بھی فرمایا ہے کہ اللہ باطلہ  
باطلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم (شرح  
نقد صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن محمد  
صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن ہوگا۔ پس  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمی  
ہونے سے مقام بڑھتا ہے کم نہیں  
ہوتا جیسا کہ خود حضور فرماتے ہیں کہ  
میں ہوتے خیر امت سے ہی کے فیضان  
تیرے ہونے سے قدم آگے بڑھایا  
سب کچھ  
اس عنوان کے تحت ندوی صاحب  
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحویروں  
پیش کرتے ہیں۔  
”میں خدا کے دفتر میں مرت  
میں بن مریم کے نام سے ہوم  
نہیں بلکہ اور بھی میرے نام  
ہیں۔۔۔ میں آدم ہوں، میں  
نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں  
میں اسحق ہوں، میں یعقوب  
ہوں، میں اسماعیل ہوں۔ میں  
موسیٰ ہوں میں داؤد ہوں  
میں عیسیٰ ابن مریم ہوں میں  
میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔  
(تغیر حیات ۲۵ ستمبر ۱۸۵۸ء)  
الجواب ہے۔ حضرت مسیح موعود  
علیہ السلام کے مقام و عبادی وقت پر  
حدیث نبوی کے مطابق ہیں۔  
حضرت امام باقر فرماتے ہیں۔  
(ترجمہ)۔۔۔ ہام ہدی کے عکا  
نے دگو اگر تم میں سے کوئی  
ابراہیم واسمعیل کو دیکھنا پاتا  
ہے تو سن لے کہ میں ہی ابراہیم  
واسمعیل ہوں اور اگر عمر میں

بہد کا اعانت اور توفیق اشاعت  
آپ کا جامعہ فرض ہے۔  
(منجرا)

## ارشاد نبوک

لَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ وَصَحِيحِ نَهْدِي

ترجمہ: میرا بندہ ہمیشہ نوافل کی ادائیگی کے لیے میرے قریب حال کرتا رہتا ہے  
محمّد بن عبد اللہ کے ازاد الین جماعت احمدیہ (مہاراشٹر)

ندوی صاحب کہتے ہیں:-  
”اب انبیاء کے مرتبہ  
سے بڑھ کر میرا صاحب اللہ  
کے بیٹے کی حیثیت اختیار  
کرتے ہیں۔ میرا جی کے بقول  
ان کے پاس وحی آتی ہے۔  
اللہ سے منجھو لے دلی



نوعی و دوسری کو دیکھنا چاہئے تو یہی  
ہی نوعی اور دوسری ہوں اور اگر  
تم میں سے کوئی عیسائی دشمنوں کو  
دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ یہی  
اور دشمنوں میں ہوں اور اگر تم میں  
سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
اور امیر المؤمنین علیؑ کو دیکھنا  
چاہتا ہے تو سن لے کہ یہی  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المؤمنین  
کلمتے میں ہوں۔

(محارر الانوار جلد ۴ ص ۲۸)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ  
دوسری حدیث نبویؐ کے عین مطابق ہے  
جس پر اعتراض وارد کرنا پورے درجہ  
کی نادانی ہے۔

### مقام صحابہ

ندوی صاحب کہتے ہیں کہ:-  
"مرزا جی کا ایک شعر ہے:-  
مبارک وہ جواب ایمان لایا  
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا  
تو مرزا صاحب کی زیارت سے  
درجہ صحابیت بھی قائل ہوتا ہے۔  
الجواب ہے۔ اسلم شریف میں ایک  
حدیث ہے جس میں آنے والے مسیح  
کو نبی اللہ بھی کہا گیا ہے صلی  
اللہ علیہ وسلم بھی کہا گیا ہے اور  
اس پر ایمان لانے والوں کے لئے  
"صحابہ" اور "رضی اللہ عنہم"  
کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔  
"غیر غیب نبی اللہ عیسیٰ صلی  
اللہ علیہ وسلم و اصحابہ رضی  
اللہ عنہم"۔ اس عبارت حدیث  
میں جو سلم فریفت میں ہے۔ یہ سب  
باقی موجود ہیں۔ مگر ندوی صاحب  
ماننے کو تیار نہیں۔ قرآن کریم سورہ جمعہ  
کی آیت و آخرین منهم لہما یلقوا  
بہم میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ  
وسلم کی بقیہ ثانیہ رحیل فارسی  
مسیح موعود کے وجود میں بنائی گئی ہے  
مندرجہ بالا حدیث میں بھی بڑی وضاحت  
کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ جب مسیح موعود  
کا ظہور ہوگا تو وہ نبی اللہ ہوگا اس  
کے مومنین صحابہ کہلائیں گے اور ان  
کے لئے رضی اللہ عنہم بولا جائے گا  
اس کا اور یہ سب کچھ آج زمین کے کناروں  
تک ہو رہا ہے اور یہ پیشگوئی پوری  
ہو چکی ہے۔ مگر ندوی العلماء کے یہ کیسے  
مالم ہیں کہ جو علماء اقبال کے اس  
شعر کا تشبیہ کھان دیتے ہیں کہ  
یہ برے ہیں ہمارے یہ بھائی ہر دم

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں  
اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا  
کہ ان علماء سے مسئلہ ختم نبوت میں  
ہمارا کوئی اصولی اختلاف نہیں ہے  
بلکہ اختلاف منہض یہ ہے کہ خاتم النبیین  
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے  
نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں یا  
حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں اور  
یہ منہض تبیین شخصیت کا اختلاف  
ہے ختم نبوت کا نہیں۔ واضح رہے  
کہ جب کسی وفات یا قیام کا نام لیا  
کو دیا جائے تو اس سے تشبیہ و تمثیل  
مراد ہوتا ہے۔ جیسے سخاوت کی وجہ  
سے کسی کو خاتم کہا جائے یا لوگ اپنے  
پتھوں کے عیسیٰ موسیٰ یا محمد نام رکھ  
لیتے ہیں تو اس سے منہض تشبیہ مراد  
ہوتی ہے۔ اصل مراد نہیں ہوتا اس  
آنے والے مسیح کو اگر ابن مریم کہا گیا  
تو یہ کوئی بےید از عقل بات نہیں ہے  
مرزبان میں یہ تشبیہ استعمال ہوتی  
ہے۔ جہاں حقیقی منہض حضور ہوتے  
ہیں وہاں مجازی منہض مراد ہوتے  
ہیں۔ مثیل ابن مریم ہوتے  
کہا گیا کہ یہ بلاغت کا قاعدہ ہے جو  
مرزبان میں استعمال ہوتا ہے کہ جب  
حرف تشبیہ حذف کئے جاتے ہیں  
تو وہ تشبیہ بلیغ ہوتی ہے "اذا  
حذف أداة التشبیہ فهو  
تشبیہ بلیغ"۔ یہی کسی سخی ادبی  
کو ماتم کی طرح ہے کہنے کی بجائے  
یہ کہنا کہ وہ خاتم ہے زیادہ بلیغ  
ہے۔ لہذا ابن مریم کا استعمال زیادہ  
بلیغ ہے جو آنے والے مسیح کے لئے  
حدیث میں استعمال ہوا ہے۔

### آیات قرآنی

ندوی صاحب نے اس امر کو بھی  
بطور اعتراض پیش کیا ہے کہ حضرت  
مسیح موعود علیہ السلام کو آیات قرآنی  
میں بھی الہامات ہوئے حالانکہ وہ  
خود استاد التفسیر ہیں اور اچھی طرح  
جانتے ہیں کہ آیت محمد میں متعدد  
بزرگان آیت پر قرآن کریم کی آیات  
بطور الہام نازل ہوئی رہی ہیں۔ ندوی  
صاحب کا یہ اعتراض محض تجاہل  
عسافانہ ہے۔

### حضرت مسیح کی ولادت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عقیدہ  
یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی  
ولادت ابن بابہ ہوں تھی لیکن

ندوی صاحب نہایت تبلیس اور کذب  
بیانی سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں  
"مرزا غلام احمد علیہ السلام"  
کا بیان حضرت مریم پر ہے کہ  
یوسف نام کے ایک پڑوسی کے  
ساتھ حضرت مریم کے تعلق کے  
نتیجہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
پیدا ہوئے تھے لغو ذواللہ  
من هذا الکفر۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح موعود  
علیہ السلام نے کسی جگہ بھی ایسا نہیں کہا  
بلکہ اس کے مقابل پر جگہ جگہ حضرت  
مسیح علیہ السلام کی ولادت بلا بابہ ہی  
تحریر فرمائی ہے۔ حضور فرماتے ہیں  
"اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوسف  
نجا کے لطف سے پیدا ہوئے  
وہ جہالت کی وجہ سے حقیقت  
کو نہیں جانتے۔"  
و ترجمہ عربی و عربیہ (ط)

نیز فرمایا:-

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا  
تعالیٰ کی قدرت مقبوضہ سے  
بے باپ پیدا ہوئے۔"  
(د)

اس سلسلہ میں بہت سی کھڑات  
حضور کی پیش کی جاسکتی ہیں پس ندوی  
صاحب کی یہ ایک بدترین علمی خیانت  
ہے کہ جو تعبیر القول بعبا  
لا یوحنی بہ فائسہ باطل  
کے مصداق خود باطل قرار پاتی ہے  
و هو الواحد۔

ابن اعتراضات کو بنیاد نہ اندوی  
صاحب نے مسرفیاد الحق کی تو ہیں  
کلمہ طیبہ کی تائید کی تھی۔ ماری طرف  
سے ان کا مدلل اور مسکت جواب  
دے دیا گیا ہے۔ لہذا ندوی صاحب  
کی وہ تمام تعینات جو انہوں نے حضرت  
مسیح موعود علیہ السلام پر ڈالی ہیں  
لوٹ کر خود ان کے اپنے منہ پر پڑ  
رہی ہیں فنا عتسز وایا اولی  
الا بصار

کہ ندوی العلماء اور اس  
کے بانی کے متعلق

ہیں کچھ ضرورت نہ تھی کہ ندوی العلماء  
اور اس کے بانی مولوی محمد علی صاحب  
مذہبگیری کے متعلق کچھ کہتے لیکن  
ندوی العلماء کے "مرزبان" کے تعجب و حیرت  
میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی  
جس طرف نظر پڑے ہیں کی گنجائش نہیں

کو دیکھتے ہوئے ہمارے لئے بھی  
اس ادارہ کی حقیقت بیان کرنا ضروری  
ہو گیا ہے تاکہ ثابت ہو کہ آج جو لوگ  
طیبہ کو مٹانے اور اس کی توہین  
کرنے پر آئے ہیں یہ ان کا قصور  
نہیں بلکہ ان کی خیر کا قصور ہے  
انگریزی حکومت کا تحفہ

دیا جاتی ہے کہ ندوی العلماء کی  
عمارتیں جس زمین میں استوار ہیں  
انگریز حکومت نے بطور تحفہ دی تھیں  
جس کی وجہ سے ایک عظیم شہر بن گیا  
کیا گیا اور پھر انگریز گورنر کے ہاتھوں  
اس عمارت کا سنگ بنیا بھی کھرایا  
گیا۔ یہ سب کچھ ان کے رسالہ اندوہ  
میں شائع ہو چکا ہے ملاحظہ ہو  
ندوہ اگرچہ یا انگلیس کے  
بالکل الگ ہے لیکن چونکہ  
اس کا اصل مقصد روشن  
خیال علماء کا بننا کرتا ہے اور  
اس قسم کے علماء کا ایک  
ضروری فرض یہ بھی ہوگا کہ گورنر  
کی برکات حکومت سے واقف  
ہو اور ملک میں گورنمنٹ کی  
وناداری کے خیالات سمجھائیں  
(الندوہ جلد ۵ جولائی ۱۹۰۸ء)  
۵۔ ۳۰ اگست ۱۹۰۸ء کو ندوی  
العلماء کی طرف سے ملکہ شہزادہ  
گورنمنٹ جس شان و شوکت  
سے منعقد ہوا اور جس کامیابی  
کے ساتھ ختم ہوا اس کے حالات  
انگریزی اور اردو اخبارات میں  
شائع ہو چکے ہیں۔  
(الندوہ لکھنؤ ستمبر ۱۹۰۸ء)

پھر نومبر ۱۹۰۸ء کے پرچے میں پہلے  
صفحہ پر لکھا ہے کہ:-

"حکومت انگریزی کی بجاہ  
سالہ جو ملی کی خوشی میں راجہ  
ندوہ میں ایک دن کی تعطیل دی  
گئی اور خطاب گورنر جنرل بہادر  
کی خدمت میں ندوی کی طرف  
سے مبارکباد کا تار بھیجا گیا۔"

اس کے بعد ۲۸ نومبر ۱۹۰۸ء  
کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کا سنگ بنیاد  
پڑا اور یقیناً گورنر بہادر مالک  
منوہہ سر جان سکات ہوسٹ کے سی  
ایس آئی۔ ای نے دکھا اور علماء نے  
بیان کیا کہ مسجد نبویؐ کا تعمیر بھی ایک  
نصرانی نے بنایا تھا۔ سر جان سکات  
ہوسٹ کا آمد پر ان کا ان اختلافات  
(باقی صفحہ پر دیکھئے)



# خاتم النبیین کے لغوی معنی

الاکرم سید عبدالعزیز صاحب - مقیم نیوجرسی امریکہ

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام جلد چہارم کے مطابق قہر کی پانچ قسمیں ہیں :-  
(۱) - ایک وہ قہر جسے عرف عام میں قہر کہتے ہیں جیسے زید کی قہر یا عمر کی قہر یا کسی دفتر کی قہر - غیر احمدی علماء کی اکثریت نے انبیاء کی قہر (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کو اسی قسم کی قہر سمجھ لیا - چونکہ زید یا عمر کی قہر بے جان ہوتی ہے - اس لئے مجبوراً ایسے علماء کو قہر کی غلط تائیدیں کرنی پڑیں -

یہ ظاہر ہے کہ زید کی قہر زید کے مقابلہ پر ادنیٰ حیثیت رکھتی ہے - اب خاتم النبیین یعنی انبیاء کی قہر (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) انبیاء کے مقابلہ پر ادنیٰ ہوگی جو کہ بالبعید محال ہے - خلاف امر واقعہ ہے اور قرآنی آیت خاتم النبیین کے سیاق و سباق کے کبھی خلاف ہے پس ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم 'زیادہ تر' کی قہر کی طرح کوئی قہر نہیں ہے اور عیناً عیسیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام قہر سے مثال دینا خلاف شان رسول عربی ہے اور آپ کے ادب کے معانی ہیں - اس وضاحت کے بعد ہم نتیجہ رکھتے ہیں کہ یہ علماء اگر کام آئندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مماثلت اس قسم کی قہر کے ساتھ بیان کرنے سے اجتناب فرمائیں گے - بعض بزرگان سلف نے جن میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں قہر کی اس مماثلت سے احتراز کیا ہے -

(۲) - ایک قہر انگوٹھی کی شکل میں ہوتا ہے جس کی انگوٹھی ہو اس پلٹن کا نام کندہ ہوتا ہے خطوط پر اس کے نقش کو ثبت کیا جاتا ہے - انگلش میں اسے سگنٹ رنگ (SIGNET RING) کہتے ہیں - یہ قسم اندک کی قہر جیسی ہی ہوتی ہے - لہذا خاتم النبیین میں جس قہر کا ذکر ہے - یہ قہر وہ نہیں ہے - کیونکہ اس سے بھی وہی نقص لازم آتا ہے جو پہلی قہر (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) اور مقام دوسرے انبیاء کے مقابلہ پر کم کرنے سے لازم آتا ہے (۳) - قہر سے جو نقش پیدا ہوتا ہے اس کو بھی قہر کہتے ہیں - اس طرح

خاتم الانبیاء کے معنی نقش الانبیاء ہوتے - یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بعد انبیاء سابقین کے کمالات جمع ہو گئے اور اس طرح سے آپ افضل الانبیاء قرار پائے - اس قسم کی قہر کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-  
"وہ تمام کمالات متفرقہ جو آدم سے لے کر مسیح ابن مریم تک نبیوں کو دیئے گئے تھے - کسی کو کوئی اندک کسی کو کوئی - وہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع کر دیئے گئے اور اس طرح پر طبعاً آپ خاتم النبیین ٹھہرے" (اخبار الحکم ۳۲ جولائی ۱۹۸۵ء ص ۱۰)  
تاریخین مسیح نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر اور خاتم الانبیاء کی تشریح عربی لغت سے سو فیصد مطابقت رکھتی ہے -

(۴) - قہر کے حرف جن سے نقش پیدا ہوتا ہے اسے بھی قہر کہتے ہیں - ایسی قہر کو انگلش میں سیل میٹرکس (SEAL - MATRIX) کہتے ہیں - یعنی منبع و ماخذ یا سانچا - خاتم النبیین کے معنی اس صورت میں انبیاء کے ہوں گے یعنی نبیوں کے باپ -

سیل میٹرکس (SEAL - MATRIX) سے جتنی قہر چاہیں لگائی جاسکتی ہیں لہذا یہ قہر اصل اور منبع کا کام دیتی ہے اور جو قہر اس سے لگتی ہے وہ اصل کا نقل ہوتی ہے -  
اجزائے نبوت کا ثبوت :-  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اس بات کا مقتضی ہے کہ آپ کے فیض سے مستفیض ہو کر آپ کی معنوی اولاد یعنی آپ کی امت سے کوئی درجہ نبوت پائے اور پھر طبعاً ان کا سے وہ آتی نبی کہلائے - کیونکہ خاتم اس قہر کو بھی کہتے ہیں جو اصل اور منبع کا کام دے - اور نقل پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو  
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء کے لئے منبع اور معنوی باپ ہونا

اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اب کوئی اپنے قبیلے نبی نہیں کہہ سکتا جب تک یہ اقرار نہ کرے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی چشمہ سے سیراب ہوا ہے - حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا نبوت کا ایک دروازہ کھولتا ہے اور نبوت کے دوسرے دروازے ہمیشہ کے لئے بند کر دیتا ہے - اس دغاوت سے کوئی رہ نہ سکیجے کہ بند کرنے کا تعلق ختم کی وجہ سے ہے بلکہ نبوت کا دروازہ ایک جہت سے اس لئے بند ہے کہ نبوت کا منبع اب صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - یہاں خاتم کے معنی منبع اور سانچا کے ہیں - حضرت مسیح موعود علیہ السلام خاتم النبیین کے مذکورہ بالا معنوی معنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے فرماتے ہیں :-  
"اور ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خاتم النبیین سے نہیں ہے اس کیلئے یہ کہ ازہ ہمیشہ کے لئے بند ہے و ما عینا الا البلاغ

اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اب کوئی اپنے قبیلے نبی نہیں کہہ سکتا جب تک یہ اقرار نہ کرے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی چشمہ سے سیراب ہوا ہے - حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا نبوت کا ایک دروازہ کھولتا ہے اور نبوت کے دوسرے دروازے ہمیشہ کے لئے بند کر دیتا ہے - اس دغاوت سے کوئی رہ نہ سکیجے کہ بند کرنے کا تعلق ختم کی وجہ سے ہے بلکہ نبوت کا دروازہ ایک جہت سے اس لئے بند ہے کہ نبوت کا منبع اب صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - یہاں خاتم کے معنی منبع اور سانچا کے ہیں - حضرت مسیح موعود علیہ السلام خاتم النبیین کے مذکورہ بالا معنوی معنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے فرماتے ہیں :-  
"اور ہم یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ خاتم النبیین سے نہیں ہے اس کیلئے یہ کہ ازہ ہمیشہ کے لئے بند ہے و ما عینا الا البلاغ

## مشکلیں سب دور کر مشکل کشا

از قلم مرزا محمد یوسف صاحب ایاز - بدوہلی

ظلمت میں کافور کر میرے خدا  
صبر و استقلال کی توفیق دے  
گفتگوں کو راحتوں میں دے بدل  
رات کی سوز و گداز کی قبول  
بخش دے فضول اپنی نعمتیں  
آغم و آلام سارے دور کر  
رجم کے در کھول دے رب العباد  
آرمے پیارے یہ ہے وقت محسن  
دد کے مارے تیرے دور پر گرے  
ہے گنگاروں میں اک ایاز بھی

مالک کل خالق ارض و سما  
آزمائش میں نہ کرنا مبتلا  
درد کے ماروں کی تن آہ و لکا  
باب رحمت کھول دے میرے خدا  
قوت ایمان و تسلیم و رضا  
حوصلہ خود بخش اپنے پیار کا  
کامراں کر کامیابی کر عطا  
مشکلیں سب دور کر مشکل کشا  
جانہیں سکتے کہیں تیرے سوا  
بخش دے ابراہیم و اسماعیل

آپ کے بعد نبوت کے تمام پرہی شخص فائز ہو سکتا ہے جو آپ کی امت میں سے ہو - آپ کا کامل پیر چھوٹ تمام کا تمام فیضان آپ کی ہی روحانیت سے پایا ہو اور آپ کے نور سے نور ہوا ہو -

(عوارب الرحمان صفحہ ۶۶ - ۶۷)

(۵) - قہر اس چیز کو بھی کہتے ہیں جو کھدی ہوئی ہو - بعض دفعہ پتھر پر کچھ کندہ کیا جاتا ہے اور بعض دفعہ کنکر پٹ پر جبکہ اس سے ابھی پانی پوری طرح خشک نہیں ہوا ہوتا - ظاہر ہے کہ اس قسم کی قہر سے کوئی نقش پیدا نہیں کیا جاسکتا - اور اس قسم کی قہر کا انبیاء کی قہر سے کوئی ربط یا تعلق نہیں ہے - ادھر کے بیان خصوصاً قہر کی جو تھی قسم سے یہ ثابت ہے کہ خاتم النبیین 'اجزائے نبوت' کی دلیل ہے - لیکن شرط یہ ہے کہ حالی نبوت کے روحانی ثمرات کے لئے حضرت آدم سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں وقت گذرنا ہوا آپ کا اتنی ہو پیشتر اس کے کہ وہ نبی کا لقب پائے - حضرت آدم سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں روحانی نشوونما حاصل کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ جسمانی زندگی کیلئے بچے کا کم مادہ میں رہنا - لفظ خاتم اس پر دلیل ہے (Makla - ۱۰۷) - اس پر نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ جو شخص حضرت آدم سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امت میں سے نہیں ہے اس کیلئے یہ کہ ازہ ہمیشہ کے لئے بند ہے و ما عینا الا البلاغ



# بائیں حضرت قاضی محمد اسلم صاحب مرحوم کی

از کرم نصیر احمد صاحب مقیم سی ساگا۔ اونیٹریو (کنیڈا)

اذکرمو شکمہ بالخیبر کے تحت دوست احباب اپنے عزیز گرو والدین اور دیگر اقارب کی زندگیوں کے بارہ میں مضمون شائع کرتے رہتے ہیں جب بھی کبھی ایسا مضمون نظر سے گذرتا ہے تو میری نظر حضرت پروفیسر قاضی محمد اسلم صاحب مرحوم کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ مدت سے یہ خواہش دہی رہی اور بوجہ مصروفیات زندگی اس کو علی جانہ نہ پہنچا سکا۔ چند روز سے پھر سے اس خواہش نے شدت پکڑی ہے اور اس خیال سے بھی کہ حضرت قاضی صاحب مرحوم کا وجود ایسا نافع الناس تھا کہ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں احباب کسی نہ کسی رنگ میں ان سے مستفیض ہوئے۔ ایک لمبا عرصہ گورنمنٹ کالج لاہور جیسے مشہور تعلیمی ادارے سے نسلک رہے اور پرنسپل کا عہدہ پایا کرچی یونیورسٹی کے شعبہ فلسفہ کے صدر بھی رہے۔ حکومت کے اعلیٰ تعلیمی عہدے بھی حاصل کئے اور اخیر میں مختصر عرصہ کے لئے تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے پرنسپل بھی رہے۔ جلیلا لاہور ربوہ کے اجلاسوں کی صدارت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ ان تمام اقدار میں قاضی صاحب مرحوم کے وجود سے ہزاروں طلباء و جن میں سے ماشاء اللہ سینکڑوں احباب آج کل اہم سرکاری اور غیر سرکاری انصران کا درجہ پائے ہوئے ہیں۔ لیکن شخصیت ایسی جامع تھی کہ ہر مضمون سے تعلق رکھنے والا طالب علم ان کے وجود سے نفع حاصل کر سکتا تھا۔

ایسے نفع بخشی وجود کے بارہ میں کچھ لکھنا بعض ایسی باتیں محفوظ کرنے کا موجب ہوگا۔ جو ان کی شخصیت کے بعض لطیف پہلوؤں کو کہتی ہیں۔ اور اس سے ہر تھکے ہوئے تاریخ نویس یا یہ بھی محفوظ کر سکیں گے کہ کیسے کیسے بابہ ناز سیرت احمدیت کا خاتمہ پہنچنے میں خیر محسوس کرتے تھے۔ یہ بھی فکری سہ ہے کہ اسی طریقہ سے ہم ایک طرح کا شکریہ ادا کر سکیں ان مہدات اور شواہد کے بدلے میں جو ہم نے

ان کی زندگی سے حاصل کئے۔

تعلیمی اداروں کو شہرت، فخر اور وجہ امتیاز بعض وجوہ کی بنیاد پر ہوتا ہے مثلاً کہ فلاں ادارہ اتنی مدت سے خدمت کے ذریعہ انجام دے رہا ہے یا کونسی مشہور شخصیت اس ادارہ سے منسلک رہی ہے یا پھر کہ اس کی عمارت اتنی قدیم یا جدید ہے۔ مثلاً پاکستان میں پنجاب یونیورسٹی کو اپنے تعلیمی معیار میں قدیمی روایات سے خواہ کس قدر دوری کیوں نہ ہو لیکن اشیاء کی یہ ایک مشہور درسی گاہ ہوسال سے بھی زیادہ عرصہ سے چل رہی ہے۔ علی گڑھ یونیورسٹی کا حال کتنا ہی پتلا کیوں نہ ہو لیکن اس کے قیام کی تاریخ اپنی مخصوص وجہ امتیاز رکھتی ہے۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ مدت ایک وقت میں قابلیت کا ایک معیار تصور ہوتا تھا۔

گورنمنٹ تعلیم الاسلام کالج ربوہ اپنی غنیمت، فخر اور وجہ امتیاز اس بات سے حاصل کرتا ہے کہ اس کے قیام میں اور چلانے میں ایسی بے لوث اور خدا رسیدہ مہتیاں کار فرما رہی ہیں جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی قابلیت اور عظمت کی پیش گوئیاں کیں اور اپنے وعدوں کو خوب نبھایا۔ اپنے قیام سے لیکر ایک لمبے عرصہ تک یہ ادارہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث نور اللہ مرقدہ کی سرپرستی میں رہا۔ آپ کے امام جماعت احمدیہ کے انتخاب کے بعد یہ اہم ذمہ داری حضرت قاضی محمد اسلم صاحب مرحوم کی خدایات سلطنت اعلیٰ میں اضافہ کا موجب بنی۔ آپ کی شخصیت کسی مخصوص تعارف کی محتاج نہیں۔ ہزاروں لوگ جن کا جماعت احمدیہ سے تعلق بھی نہیں آپ سے متعارف ہیں نہیں بلکہ معروف میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ کا حکومت کی تحویل میں جانے سے قبل طوطی بولتا تھا۔ یہ اہم ادارہ نہ صرف جماعت احمدیہ کے طلباء کی تعلیم و تربیت پر کمر بستہ تھا بلکہ غیر از جماعت طلباء و کشمیر تعلیم میں اس میں داخلہ

لیتے۔ کالج کے اس معیار کو پیدا کرنا اور اس شہرت کو حاصل کرنا دیا محض اور بے لوث خدمت گزار اساتذہ کی قربانیوں کا نتیجہ تھا۔ ان واقفین اساتذہ کی قابلیتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے واسطے یہ ضروری تھا کہ اس ادارہ کی سربراہی ایسے اشخاص کے پاس ہو جو اپنے تجربہ اور علم میں اپنی مثال آپ ہوں۔ اس لئے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی نظر جماعت احمدیہ کے امام منتخب ہونے کے بعد اس ادارہ کی سرپرستی کے واسطے حضرت قاضی محمد اسلم مرحوم پر پڑی۔ مرحوم اپنے تجربہ اور علم اور شخصیت کے لحاظ سے اپنی واحد مثال تھے۔

مبشرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد جب میں نے تعلیم الاسلام کالج میں داخلہ لیا تو حضرت قاضی صاحب مرحوم ٹانگ کے ٹوٹنے کے باعث لاہور میں صاحب فراش تھے۔ نئے طالب علموں کو اپنے نئے ماحول اور ادارہ کو سمجھنے اور واقفیت پیدا کرنے کے واسطے ایک خاص جستجو ہوتی ہے اس لئے دیگر طلباء سے اپنے استاذہ کے بارہ میں سوالات کرنا ایک جزو لازم کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی ذمہ میں پرنسپل کی شخصیت بھی زیر بحث آتی ہے۔ نتیجہ نئے طلباء جلد ہی کالج کی اہم شخصیتوں کے بارہ میں ایک رائے قائم کر لیتے ہیں۔ ان ٹانگ و درد کے بہیم میں حضرت قاضی صاحب مرحوم کی شخصیت کا جو تصور میرے ذہن میں ابھرا اس نے خواہش طاقات جس شدت پیدا کر دی۔

میرا قیام فضل عمر ہسپتال میں تھا جس کے اجارے چوہدری محمد طفلی صاحب تھے۔ آپ سب سے تو فلسفہ کے پروفیسر لیکن عربی، انگریزی زبان میں پرفراوانی کی وجہ سے تھا چوہدری صاحب والہاؤ کی اس کمزوری کو خوب جانتے تھے اسی وجہ سے انتظامی معاملات کو نبھانے میں انگریزی زبان کا حربہ

اکثر استعمال کرتے۔ اس بات کا وہ علم نہیں کہ انگریزی زبان انعام کے تقاضے کس حد تک پوری کرتی لیکن وقتی طور پر امن امان قائم کرنے کا یہ ایک موثر ہتھیار تھا۔ شاید انگریز قوم بھی پروفیسر ہند پر اسی ہنر کی فوجیت کی بنا پر کئی سو سال حکومت کر چکی۔ انگریزوں نے انعام کے قیے تو بہت مشہور ہیں، بعض اوقات خیال آتا ہے کہ شاید ان کا معاملہ بھی کچھ مختلف نہ ہو۔ بحر مال چوہدری صاحب نے فضل عمر ہسپتال کے معاملات میں انگریزوں کی تاریخ سے ضرور کچھ فائدہ حاصل کیا ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر حضرت قاضی صاحب مرحوم کی شخصیت کا جو تصور ابھرتا تھا وہ نہایت ہی بھلا معلوم ہونے لگتا اور اندر ہی اندر ان کے اشعار کی آگ دہی دہی سکنے لگتی۔ اور پھر شدت انتظار اکثر دعائیں تبدیل ہو جاتا۔ اللہ کے قاضی صاحب جلد صحت یاب ہوں اور واپس آئیں۔ غالباً غیر دانستہ طور پر اس خیال سے تقویت پہنچتی کہ چوہدری صاحب اور صوفی صاحب نے بھی آگے ایک تمام قاضی صاحب کا ہے جہاں کبھی جاری رسائی بھی ہوگی۔

حضرت قاضی صاحب مرحوم کو صحت یاب ہوتے اور واپس کالج آنے تک ہم ایک سال کا عرصہ کالج اور ہسپتال میں گزار چکے تھے اور اس تجربہ سے ہسپتال میں رہنے کے کچھ داؤ پیچ معلوم ہو چکے تھے۔

اپنے پرنسپل کو دیکھنے اور ملنے کا شوق تو پہلے سے ہی موجود رہا تھا۔ ہسپتال میں رہنے والے طلبہ کو ایک مزید فائدہ یہ ہوا کہ حضرت قاضی صاحب مرحوم کی باجماعت نیاز ادا کرنے کی غرض سے روزانہ ہسپتال تشریف لاتے اور آدھ گھنٹہ، گھنٹہ طلباء کی غیر رسمی محفل میں مختصر باتیں کرتے۔ اسی طرح "استاذ" شاگرد کے مخصوص رشتہ اور ماحول سے وابستہ ایک گھریلو سماں پیدا ہوتا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے قاضی صاحب بھی ہماری طرح ہسپتال میں رہتے ہیں اور وہ دوری جو پرنسپل کی عہدہ اپنے ساتھ لاتا ہے وہ دور ہو جاتی قاضی صاحب مرحوم کچھ اپنی طبیعت کے لحاظ سے اتنے کچھ غم کے تقاضے پیش نظر بھی آدھ گھنٹہ گفتگو کرتے ایسا لگتا ہے کہ خواہش رہتی کہ ان کے تشریف بیٹھنے کی جگہ ملے۔



لوٹنے کے باعث ضعف اور کمزوری ابھی باقی تھی اس لئے مغرب کی نماز کے بعد چند طلباء پر نسیل کا کوٹھی تک ان کے ساتھ چلتے۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اور دھیمے لہجہ میں فلسفیانہ باتیں کرتا ہوا یہ مختصر سا قافلہ کوئی پندرہ منٹ میں پر نسیل کی کوٹھی تک پہنچتا (وہیں یہ قافلہ کوئی تین منٹ کا ہو گا) جب کبھی ٹانگ پر بوجھ محسوس ہوتا قاضی صاحب مرحوم کسی ساتھی طالب علم کے کندھے کا کچھ دیر کے لئے سہارا لیتے۔ ایک عجیب سماں ہوتا کالج کا پرنسپل اپنے طلباء کے ساتھیوں گھس مل جاتا جیسے وہ اس ادارہ کا سربراہ نہیں بلکہ ہزاروں طلباء میں سے ایک طالب علم ہے۔ قاضی صاحب مرحوم کی شخصیت کا یہ ایک نہایت ہی سادہ اور لطیف پہلو تھا۔

قاضی صاحب مرحوم کا بعد نماز مغرب کا یہ مختصر سا قافلہ اکثر اوقات سنسٹر طلباء پر مشتمل ہوتا اور سرچند میری خواہشیں موقیٰ لیکن موقع نہ ملتا۔ ایک دن بعد نماز نوٹس بورڈ کے قریب کھڑا تھا کہ اچانک قاضی صاحب ایک طرف سے اکیلے ہی نمودار ہوئے اور میرے ساتھ گفتگو شروع کر دی۔ اور پھر فرمائے گئے کہ چلو گھر کی طرف چلتے ہیں مجھے وہاں تک چھوڑ آؤ۔ میں ساتھ مولیا جیسے انتظار ہی کر رہا تھا کہ آج تو موقع ملے گا۔ راستہ میں ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے اچانک ایک جگہ رک گئے اور فرمائے گئے کہ ایک سوال پوچھتا ہوں جواب دیانت داری سے دینا۔ میں نے اثبات میں جواب دیا تو یوں گویا ہوئے ”دیکھو میرا داغ ٹھیک ہے؟“ اس اچانک سوال پر سچے حیرانگی ہوئی کہ کالج کا پرنسپل جو اپنی ذات میں مافی ہونی شخصیت ہے مجھ سے کیا سوال کر رہا ہے۔ میں نے کہا قاضی صاحب یہ آپ کیا سوال پوچھ رہے ہیں؟ تو فرمائے گئے۔ بڑھا ہو گیا ہوں کبھی کبھار بھول بھی جاتا ہوں اور کبھی یہ بھی خیال آتا ہے کہ منقولہ داغ بھی ٹھیک رہا ہے کہ نہیں۔ اس لئے سوچا کہ بوجھ دی لٹا ہوں۔ بھلا میری کیا حیثیت تھی کہ ایسی شخصیت کے داغ کے بارہ میں اپنی رائے کے دتا۔ ہم تو ان داغوں سے کچھ سیکھنے لگے تھے کہ ان پر اپنی رائے کا اظہار کرنے۔ اور پھر خرابی داغ کا جو تصور اس وقت میرے ذہن میں تھا اس کے مطابق اس

امتحان میں صرف وہی لوگ پاس ہو سکتے تھے جو بار باروں میں اور کئیوں میں نیم برہنہ حالت میں منہ سے غفلت نکالتے رہیں۔ قاضی صاحب مرحوم اس حالت سے کوسوں دور تھے اس لئے ہر چند اس امتحان میں پاس نہ ہوئے۔ ایک لمبے عرصہ تک یہ واقعہ میرے ذہن میں نقش رہا کہ بالآخر قاضی صاحب نے مجھ سے ایسا سوال کیوں کیا جبکہ نہ میں ان کے قریبی احباب میں تھا اور نہ اپنی عمر اور تجربہ اور علم کی بنا پر ایسے سوال کا جواب دے سکتا تھا۔ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ جب ان سے رفاقت بڑھی اور ان کی طبیعت اور مزاج کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا تو یہ حقیقت کھلی کہ حضرت قاضی صاحب مرحوم مدرس ہونے کے علاوہ پیشہ ورانہ فلسفی بھی تھے۔ اس واقعہ کے بعد قاضی صاحب مرحوم کے قافلہ میں میری شمولیت آسان ہو گئی اور اکثر اوقات ان کی رفاقت کا موقع ملتا رہا ایک دن کہنے لگے تم روزانہ میرے ساتھ گھر تک چلا کر دو۔ یوں ایک سولہ سالہ طالب علم کالج کے ساتھ بیٹھ کر میرے پرنسپل کے ساتھ دوستی کا آغاز ہوا جو برسوں قائم رہا۔

انہی دنوں کی بات ہے کہ مجھے ایک دفعہ اپنی نظر چمک کر وانے لاہور جانا پڑا سوئے اتفاق کہ اس غرض کے لئے ڈاکٹر بشیر احمد صاحب اور ڈاکٹر سجاد صاحب بھی کئے۔ میں جلا گیا تھے اس بات کا قطعاً علم نہ تھا کہ ڈاکٹر بشیر احمد صاحب قاضی محمد اسلم صاحب کے بھائی ہیں۔ جب واپس رہوہ آیا تو ہوسٹل کے کھانے کے کمرے کے قریب قاضی صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ حال احوال دریافت کرئے کہ بعد میں۔ تھوڑے کمرے کی گزشتہ ہفتہ لاہور جانے کا اتفاق ہوا اور جو سفر بھی بیان کی۔ پوچھنے لگے کون سے ڈاکٹر کے پاس گئے تھے۔ یہ سن کر درس توقف کے بعد فرمایا ”میرے تمام بھائی بڑھ چکے کہ بڑے کام کے آدمی بن گئے۔ نکمے صرف ہیں ہی رہا“ میں نے دریافت کیا کہ ڈاکٹر بشیر صاحب آپ کے بھائی ہیں تو فرمائے گئے ہاں، بلکہ ہمارے خاندان میں اکثر کا پیشہ ڈاکری ہی ہے۔ اس کے بعد کچھ سرسری تعارف اپنے خاندان کا کر دیا۔ حضرت قاضی صاحب کا اپنے بارہ میں یہ بیان صریحاً کسر نفسی پر مبنی تھا گو خود ڈاکٹر نہ بنے لیکن کہتے ڈاکٹر ان کے مرید

ہوئے اور اس زمانہ میں جب آپ گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل تھے کتنے طلباء میڈیکل کالجوں میں گئے اور ڈاکٹر بن کے نکلے کون صاحب رکھ سکتا ہے۔ میرے تعلیم الاسلام کالج رہوہ کے زمانہ میں قاضی صاحب کے پرنسپل ہونے کا دور بہت تھوڑا تھا جلد ہی کمزوری صحت کی بنا پر ریٹائرمنٹ پر لاہور چلے گئے۔ لیکن اس مختصر عرصہ میں اپنا نقش چھوڑ گئے اکثر میں ان کے دفتر پر بلا بھیج کر چلا جایا کرتا اور خود بھی فرمایا کرتے کہ جب کام ہوا جایا کرے اگر دفتر نہ ہوں تو گھر آ جایا کرے۔ کئی بار تو صرف حفل کی خاطر ان کی کوٹھی پر عمر کی نماز کے بعد چلا جایا کرتا اور جائے پر حفل جمتی۔

کچھ عرصہ بعد جب میں نے پنجاب یونیورسٹی میں داخلہ لیا تو قاضی صاحب سے تعلقات دوبارہ بحال ہو گئے۔ یہ زمانہ ۱۹۴۳ء کا ہے۔ اس عرصہ کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں ایک دور ستمبر ۱۹۴۳ء سے پہلے کا ہے اور ایک بعد کا ان دونوں کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ ستمبر ۱۹۴۳ء میں بعد بہت کم احمدی طلباء پنجاب یونیورسٹی میں نہ گئے جو رہے وہ بھی تکلیف دہ ماحول میں تھے۔ کھانے کے برتن الگ کر دیئے گئے۔ دھکیلیاں ہر وقت آتی رہتیں۔ سامان وغیرہ جو تھادہ تو پہلے ہی سب کچھ ہنگاموں کی نظر میں چمکتا تھا۔ کبھی کبھار ایک دو چیر کسی کے کمرے میں نظر آتی تو لوٹ مار کے چند ماہ یاد آ جاتے۔ اسی دور سے تمام احمدی واقف ہیں بلکہ ملک پاکستان کی تاریخ توادہ ۱۹۴۷ء میں سے پہلے کا دور ایک ایسا زمانہ تھا جس میں احمدیہ انڈیا کا لیڈر سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن ایک بہت فعال اور بے دھڑک تنظیم تھی۔ اور ہوتی بھی کیوں نہ جبکہ اس کی سربراہی ہمارے موجودہ امام حضرت مرزا ظاہر احمد صاحب جیلوہ ایچ ایل جی خود کر کے تھے۔ بنفسی نفس کئی اجلاسوں میں شرکت کرتے اور جب بھی لاہور آئے ان کی اطلاع پہلے بھجوا دیتے تاکہ ملاقات کا ایک موقع نکل سکے اسی دور میں مجھے بھی ایک سال اس ایسوسی ایشن کا جنرل سیکرٹری ہونے کا موقع ملا۔ اس دوران متعدد مذاکرے مختلف موضوعات پر

طے بڑی شان سے پورے لاہور میں کئے گئے تعلیمی اداروں میں پوسٹر وغیرہ لگائے جاتے باقاعدہ دعوتی کارڈ پر موضوع جلسہ، تقریر کرنے والے علماء اور پروفیسر صاحبان کے نام گرامی درج ہوتے اور یہ کارڈ بکثرت طلباء علموں میں تقسیم کئے جاتے۔ دعوت عام دی جاتی اکثر ایسے جلسے ۱۹۴۸ء ہال واقع مال روڈ لاہور میں منعقد ہوتے اور نیو کمپس سے پنجاب یونیورسٹی کے طلباء کے لئے علیحدہ بسوں کا انتظام ہوتا۔ حضرت قاضی صاحب مرحوم کی ساری زندگی طلباء میں گزری اس لئے ان تمام سرگرمیوں میں آپ کا وجود حاضر ہوتا گا۔ بے لگا ہے جب بھی کوئی مشکل امر پیشی آتا حضرت قاضی صاحب بڑی دلچسپی سے ہماری مدد کرتے۔ ان کی طبیعت کا خاصہ تھا کہ ان کے ساتھ بات کرنے میں نہ تاثر ہوتا اور نہ ہچکچاہٹ محسوس ہوتی۔ اس قدر سادہ طبیعت اور مذاق تھا کہ عمر کا فرق ڈھ بھول جائے نہ ہوتا اس لئے ایک بات ہمیشہ طے ہوتی کہ جلسہ کی صدارت قاضی صاحب مرحوم کے ذمہ رہتی۔ آپ نہ صرف صدارت فرماتے بلکہ تمام تقاریر کو بہت غور سے سنتے اور نوٹس لیتے رہتے۔ ایسے ہی ایک جلسہ کا انتظام کیا جس کا موضوع ”اسلام اور سوشلزم“ تھا حسب معین صدارت قاضی صاحب کے ذمہ رہی۔ اور مقام بھی ۱۹۴۸ء ہال مذکور تھا۔ مقررین میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعی فرما کر حضرت مولانا عبدالحق صاحب مرحوم شامل تھے اور ”سوشلزم“ کے موضوع پر تقریر کے لئے پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ انتظامات کے پروفیسر اسے آر جعفری صاحب بھیجے جو کہ یہ موضوع ایسا تھا کہ حکومت وقت اور اس کے سربراہ خود کو اس موضوع کا بہر تصور کرتے اور اپنے خیال اور رائے کو صرف آخر کار درج دیتے اس لئے طلباء میں گہری دلچسپی تھی۔ مال سارا بھرا ہوا تھا بلکہ باہر بھی جاب کھڑے تھے۔ نہایت عمدہ تقریریں ہوئیں۔ پروفیسر جعفری صاحب ایک بہر و لغزینہ شخصیت ہیں۔ تقریر بڑی پُر زور کی حضرت قاضی صاحب صدارت کے فرائض کے ساتھ ساتھ نوٹس لیتے رہے اور جو بھی پروفیسر صاحب ختم کیا حضرت قاضی صاحب نے ایک کاغذ







۱۔ اسیادہ

۱۔ ہم اپنی ملکیت پر قانونی حق رکھتے ہیں۔ اگر کسی نے اس ملکیت کو نقصان پہنچایا تو ہم اسے سزا دے دیں گے۔

۲۔ ہم اپنی ملکیت کو بھروسہ کرتے ہیں۔ اگر کسی نے اس ملکیت کو نقصان پہنچایا تو ہم اسے سزا دے دیں گے۔

۳۔ ہم اپنی ملکیت کو بھروسہ کرتے ہیں۔ اگر کسی نے اس ملکیت کو نقصان پہنچایا تو ہم اسے سزا دے دیں گے۔

۴۔ ہم اپنی ملکیت کو بھروسہ کرتے ہیں۔ اگر کسی نے اس ملکیت کو نقصان پہنچایا تو ہم اسے سزا دے دیں گے۔

۵۔ ہم اپنی ملکیت کو بھروسہ کرتے ہیں۔ اگر کسی نے اس ملکیت کو نقصان پہنچایا تو ہم اسے سزا دے دیں گے۔

”اے عمارت خدا! تیرا امتداد بھی ایک احسان ہے جس کا ہم جتنا چاہیں حق ادا کریں مگر حق ادا نہیں کر سکیں گے۔ اور میں جو اس کام کے لئے توفیق ملے گا اسے تیرا احسان ہے۔ ورنہ ہم بے اختیار ہوتے۔ اور اس کے نتیجے میں تو فرماتا ہے کہ ہم تمہاری مدد فرمائیں گے اور تمہارا نفرت کو آئین گئے۔ اے خدا! ہم تو کسی چیز کے بھی حقدار نہیں تو ہی حق ہے تیری ہی بناء پر ہم نے حق کی ادائیگی سیکھی ہے۔ اور ہماری غفلتوں سے پردہ پوشی کے بھی توفیق ہی دے فرمائے ہیں۔ اور عفو کے طریق بھی ہمیں سکھائے ہیں۔ پھر عفو کا سلوک بھی ہم سے فرمایا۔ تو جو کچھ ہے تو ہی تو ہے۔ ہم تو کوئی حقیقت ہی نہیں کہتے۔“

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہو

اس = بہتر مومن کے دل کی اور کوئی آواز خدا کے حضور نہیں اٹھ سکتی۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱/۱۲/۷۷ء)

== (خورشید احمد انور) ==

کلمہ طیبہ سے شکر ہے۔ یہ لقمہ ۱۵

اسقبال کے لئے لکھ کر فرس دور یہ صف

باندھ کر کھڑے ہوئے اور عربی ایڈریس

میں اوست خوش آمدید کہا گیا۔ اور تمام مسلمانوں

کی طرف سے اس کا شکریہ ادا کیا گیا

ایڈریس میں لکھا ہے کہ۔

”مذہبی رواداری حکومت انگریزی“

۲۔ اسیادہ

۱۔ ہم اپنی ملکیت پر قانونی حق رکھتے ہیں۔ اگر کسی نے اس ملکیت کو نقصان پہنچایا تو ہم اسے سزا دے دیں گے۔

۲۔ ہم اپنی ملکیت کو بھروسہ کرتے ہیں۔ اگر کسی نے اس ملکیت کو نقصان پہنچایا تو ہم اسے سزا دے دیں گے۔

۳۔ ہم اپنی ملکیت کو بھروسہ کرتے ہیں۔ اگر کسی نے اس ملکیت کو نقصان پہنچایا تو ہم اسے سزا دے دیں گے۔

۴۔ ہم اپنی ملکیت کو بھروسہ کرتے ہیں۔ اگر کسی نے اس ملکیت کو نقصان پہنچایا تو ہم اسے سزا دے دیں گے۔

۵۔ ہم اپنی ملکیت کو بھروسہ کرتے ہیں۔ اگر کسی نے اس ملکیت کو نقصان پہنچایا تو ہم اسے سزا دے دیں گے۔

حدیث نبویؐ میں آتا ہے کہ آخری زمانہ میں میری امت کے بعض لوگ بھی یہود سے مشابہت اختیار کریں گے یہاں تک کہ اگر کسی یہود نے اپنی ماں سے صحبت کی ہے تو اس امت میں بھی کوئی ایسا بد صحبت ضرور ہوگا۔ مگر بانی مدوۃ العلماء مولوی محمد علی صاحب اس شخص کو دلی بیٹے اور مسلمان بننے کا نسخہ سمجھتے ہیں۔

”ہم نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ اپنی والدہ سے صحبت کی اور اپنے بھائی کو مار ڈالا یہ دیکھ کر ہم بہت گھبرائے۔ حضرت سے عرض کیا (حاشیہ میں لکھا ہے) یہ حضرت شاہ محمد آفاق رضی اللہ عنہ ناش فرمایا کہ اس خواب کو دیکھنے والا دلی ہوگا۔۔۔۔۔

ناک راہ خداجب تک پہنچے بھائی کا سر نہ کاٹے اور اپنی ماں سے صحبت نہ کرے مسلمان نہیں ہوتا۔“

(ارشاد درحانی دقتل یزدانی ص ۱۷۷ مولفہ مکرم مولوی سید محمد علی صاحب بانی مدوۃ العلماء)

ولی بننے اور مسلمان بننے کا یہ نسخہ مذکور علماء کو بھی مبارک ہو۔ قرآن کریم اور احادیث نبوی سے تو اس نسخے کا کچھ بہتہ نہیں چلتا یہ ہے مدوۃ العلماء کا فحش خواب اس قدر آگے بڑھ گیا ہے کہ کلمہ طیبہ کو مٹانے پر آمنا یا ہے۔ مدوۃ العلماء کو ہمارا یہی

شورہ ہے کہ دوسروں پر کچھ بھڑا چھالتے۔ یہ پہلے اپنے گریبان میں ضرور بھڑا تک لیا کرتا۔

آپ نے بڑھاپائی دافان کی حکایت دامن کو خدا دیکھ ڈرا بہتہ۔ خدا کی

حرف آخر

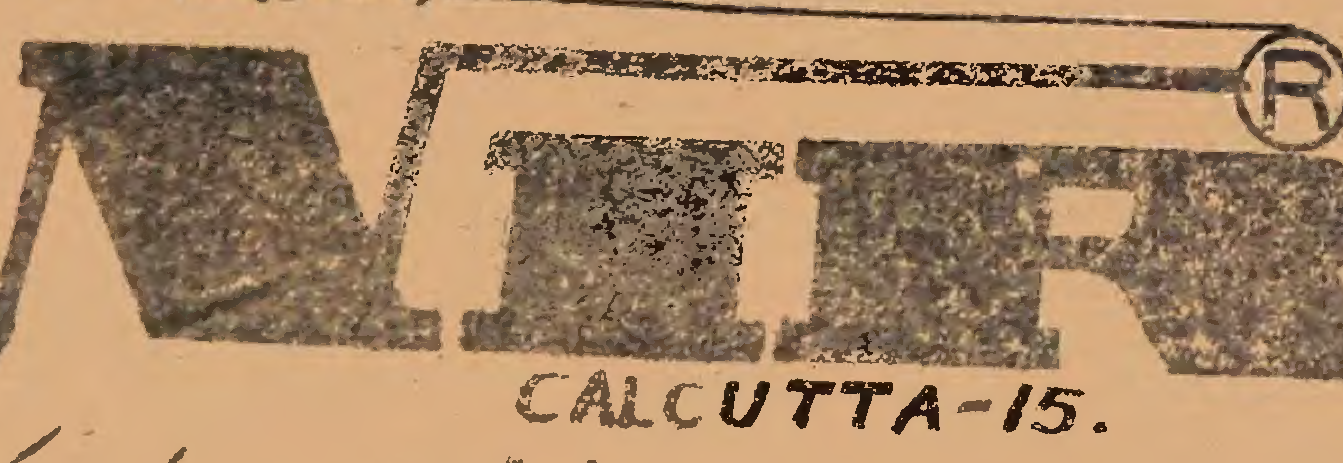
مستر ضیاء الحق فوجی سربراہ پاکستان نے کلمہ طیبہ کو مٹانے اور اس کی توہین کرنے کے لئے جن طریق پر جماعت احمدیہ کو آڑ بنا لیا ہے وہ محض ایک سیاسی دھوکا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں کا ہر فرقہ ضیاء الحق کی اس ناپاک جماعت کے مقابل پر کلمہ طیبہ کی حفاظت کے لئے اپنی غیرت کا اظہار کرے اور پاکستان کے فوجی حکمرانوں کو سمجھائے کہ کلمہ طیبہ اسلام کی بنیاد اور اسلام کا خلاصہ ہے اس کلمہ طیبہ کو احمدی لکھے یا غیر احمدی، عیسائی یا ہندو یا دوسرے کسی پر کوئی تعرض مانع نہیں کی جاسکتی گمراہ مٹانے یا اس کی توہین کرنے کی اجازت کسی کو بھی حاصل نہیں اور کسی کو نہیں دی جاسکتی ہے بھولیں بھولیں گے ہر سو کلمہ پڑھانے والے مٹ جائیں گے جہاں سے کلمہ مٹانے والے

دورہ وقف حید

انس پکرا ان وقف جدید ملکیتہ اڑیسہ۔ بہار۔ آندھرا پردیش کرناٹک۔ تامل ناڈو۔ اور کیرالہ کے دورہ کے لئے ہر جغدی کمر روانہ ہوں گے۔ انشاء اللہ

انچارج وقف حید

”ہمارا کوئی دین بجز اسلام نہیں“



پیش کرتے ہیں۔

اکرام دھرم پور اور دیگر زریب برہمنیٹ، ہوانی چنل نیٹور ریکارڈنگ اسٹاک انڈسٹریز کے ہوتے



ہمراہیت کی جیستہ تقویٰ ہے۔  
(کشتی ٹوٹ)

ROYAL AGENCY

C. B. CANNANORE - 670001

H. O. PAYANGADI - 670303 (KERALA)

PHONE: PAYANGADI - 12 - CANNANORE - 4498.

الْحَيَاءُ كَلَّمَ فِي الْقُرْآنِ

ہر قسم کی خیر و برکت قرآن مجید میں ہے۔  
(الحیاء کی رو سے)

THE JANTA

PHONE: - 279203

CARDBOARD BOX MFG. CO.

MANUFACTURERS OF ALL KINDS OF CARDBOARD.

CORRUGATED BOXES & DISTINCTIVE PRINTERS.

15, PRINCE STREET, CALCUTTA - 700012.

میں وہی ہوں

جو وقت پر اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا۔  
(فتح اسلام تک تصنیف حضرت اقدس سید محمد علیہ السلام)

(پیشکش)

نمبر ۵-۲-۱۸  
فکٹ ہاؤس  
حیدر آباد-۵۰۰۲۵۳

ہر آن اپنے اس مقدس عہد کو ذہن میں مختصر کیجئے:  
میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گی۔

(منجانب)

کوہ نور پرنٹنگ پریس - چھتر بازار - حیدر آباد - (آندھرا)

افضل الذکر لا اله الا الله

(حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)

منجانب: - ماڈرن شو کمپنی ۳۱/۵/۶ لوئر چیت پور روڈ - کلکتہ ۷۳

MODERN SHOE CO.

31/5/6 LOWER CHITPUR ROAD.

PH. 275475

RESI. 273903

CALCUTTA - 700073.

پرفیکٹ ٹریول ایڈس

PERFECT TRAVEL AIDS

SHED NO. C-16

INDUSTRIAL ESTATE

MADIKERI - 571201.

PHONE NO. { OFFICE. 806.

RESI. 283.

رحیم کالج انڈسٹریز

RAHIM COTTAGE INDUSTRIES

17-A, RASOOL BUILDING.

MOHAMEDAN CROSS LANE

MADANPURA

BOMBAY - 8.

ریگزیں - فوم - چمڑے - جنس اور پورٹ سے تیار کردہ بہترین - میاری اور پائیدار سوٹ کیس۔  
بریف کیس - سکول بیگ - بیڈ بیگ (زنانہ و مردانہ) - ہینڈ پریس - مٹی پرک - پامپورٹ - کور۔  
اور بیگٹ کے مینوفیکچرر ایڈ آرڈر سپلائرز

"AUTOCENTRE"

23-5222

ٹیلیفون نمبر - 23-1652

الوٹریدرز

۱۶-میسنگولین - کلکتہ - ۷۰۰۰۰۱

HM

ہندوستان موٹورز پرائیویٹ لمیٹڈ کے مندرجہ شدہ تقسیم کار

HM

پراسے - ایکسپریس - بیڈ فورڈ - ٹریکٹر  
SKF بال بیر اور رولز راسپنڈس ٹیگس کے ڈسٹری بیوٹر  
ہر قسم کی ڈیزل اور پٹرول کاروں اور ٹرکوں کے آپریٹنگ جانتیاب ہیں۔

AUTO TRADERS

16 - MANGOE LANE CALCUTTA - 700001

ہر قسم اور ہر ماڈل کے

نوٹر کار - موٹر سائیکل - سکوتر کی خرید و فروخت اور تبادلہ  
کے لئے (آؤٹ لکسٹ) کی خدمات حاصل فرمائیے

AUTOWINGS

13 - SANTHOME HIGH ROAD.

MADRAS - 600004.

PHONE NO. { 76360

74350

سب سے بہتر  
الووٹریدرز

فیکٹری میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دے



# BANI®

## موٹر گاڑیوں کے ربر پارٹس



1956-1981



ESTABLISHED 1956

### AUTOMOTIVE RUBBER CO.

AUTOMOTIVE PARTS MANUFACTURERS

HEAD OFFICE : **BANI HOUSE** 56 TOPSIA ROAD (SOUTH)

CALCUTTA 700 046 PHONE : 43-5206 43-5137

CITY SHOWROOM 5 SOOTERKIN STREET CALCUTTA 700072 PHONE : 23-1574 CABLE: AUTOMOTIVE

طالبان دُعا : مظہر احمد بانی، ناصر احمد بانی، محمود احمد بانی  
پسران میاں محمد یوسف صاحب بانی مرحوم و منقر